قرآنِ مبین

۲۹ (29)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مُبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔اے آنرز۔ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

شہادۃ العلامۃ معادلۃ دکتورا "من علماء الازہر"

مترجم اصولِ کافی در انگریزی مطبوعہ ایران و پاکستان

ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان - پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ——— 'میزان فاؤنڈیشن' ——— 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

(۱) ——— آسان ترین واضح اردو ترجمہ۔ روز مرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

(۲) ——— بڑے بڑے جلی حروف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت۔

(۳) ——— ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

(۴) ——— احادیث رسولؐ و ائمہؑ معصومین کے مکمل حوالوں کے ساتھ۔

(۵) ——— ترجمہ میں معنیٰ اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

(۶) ——— ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

(۷) ——— شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہو سکیں۔

(۸) ——— شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

(۹) ——— صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

(۱۰) ——— تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسرین کی کاوشوں کا بھی علم ہو سکے۔

www.drhasanrizvi.org

اشاریہ پارہ نمبر ۲۹ "تبارک الذی"

سورۂ ملک (خدا کے ملک اور سلطنت کو بیان کرنے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا کے ملک، سلطنت اور قدرتِ تخلیق کی وسعت، عظمت اور مقصد	۲۰۹۹
۲	شیطانوں کو آسمانوں سے مار بھگایا جاتا ہے۔ کفر و انکار حقیقت کا انجام	۲۱۰۱
۳	عقل سے کام نہ لینے کا بدترین انجام اور منکرین حق کا اصل جرم۔ خدا کی ناراضگی سے ڈرتے رہنے کا بہترین انجام	۲۱۰۳
۴	خدا سینوں کے رازوں تک کو جانتا ہے۔ خدا کی نعمتوں کا ذکر۔ خدا کی قدرت اور معرفت اور کمالِ تخلیق	۲۱۰۵
۵	قیامت کے آنے کا علم صرف خدا کو ہے۔ منکرینِ قیامت کا بدترین انجام	۲۱۰۸

سورۂ قلم (قلم کے ذکر اور قسم سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	نون اور قلم کی حقیقت اور رسولؐ کی عظمتِ اخلاق اور اجرِ عظیم، اور کافروں کی دیوانگی دین کے اصولوں میں رعایت نہیں	۲۱۱۰
۲	بہت قسمیں کھانے والے، طعنے دینے والے، چغلیاں کھانے والے، خیر خیرات سے روکنے والے ظالم کی مذمت	۲۱۱۲
۳	برائی سے بچتے رہنے والوں کا بہترین انجام اور مجرم گناہگاروں کا بدترین انجام	۲۱۱۶
۴	مچھلی والے پیغمبر ذوالنونؑ کی جلد بازی کا قصہ، کافروں کا قرآن سننے پر انتہائی غیظ و غضب	۲۱۱۹

سورۂ الحاقہ (ہو کر رہنے والی بات مراد قیامت کے بیان والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا کے عذاب اور قیامت کی تفصیلات، قوم عاد و ثمود و فرعون کی مثال اور تکبر کی سزا	۲۱۲۲
۲	قرآن کی عظمت و معرفت، غور و فکر نہ کرنے کی مذمت	۲۱۲۷

سورۂ معارج (بلندی کے بیان والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	قیامت کے دن کا حال۔ مجرموں کی تباہی اور نفسا نفسی	۲۱۲۹

www.drhasanrizvi.org

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲	انسان کے چھوٹے دل والے ہونے کی کیفیت۔ نماز اور حقوقِ انسانی ادا کرنے والوں کی فضیلت	۲۱۳۲
۳	خدا کی معرفت اور حق دشمنوں کو بے ہودہ کاموں میں چھوڑ دینے کا حکم اور ان کا انجام	۲۱۳۵

سورۂ نوح

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	حضرت نوحؑ کا پیغام اور قصہ۔ خدا کی اطاعت اور خدا سے معافی مانگنے کے دنیوی فائدے	۲۱۳۷
۲	انبیاءؑ اور نیک لوگوں کے خلاف مکاریوں کے جال پھیلانے والوں کا بُرا انجام اور حضرت نوحؑ کی دعا اور بد دعا	۲۱۴۱

سورۂ جن (جنوں کے ایمان لانے کے ذکر والا سورہ)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	قرآن کی معرفت، خدا کی معرفت۔ جنات میں بُرے جن بھی ہوتے ہیں اور ان کی غلط فہمیاں اور برائیاں	۲۱۴۳
۲	آسمان پر خدا کے نئے انتظامات اور اس کی وجہ۔ خدا کو دل سے ماننے کے فوائد	۲۱۴۶
۳	رسولؐ کے اختیارات اور فرائض۔ منکرین رسولؐ کا بُرا انجام۔ اور معرفت رسولؐ	۲۱۴۹

سورۂ مزمّل (چادر لپیٹنے والے رسولؐ کے بیان والا سورہ)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	قرآن اور رسولؐ کے فضائل اور کمالِ عبدیت۔ نمازِ شب کا حکم اور فضائل معرفت خداوندی	۲۱۵۱
۲	خدا اور رسولؐ کو جھٹلانے والے دولتمندوں کا برا انجام۔ رسولوںؑ کے انکار کا بُرا انجام	۲۱۵۳
۳	آسانی سے جتنا قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ نماز، زکوٰۃ خیرات اور خدا سے معافی مانگتے رہنے کا حکم	۲۱۵۶

سورۂ مدثر (چادر اوڑھ کر لیٹنے والے رسولؐ کے ذکر والا سورہ)

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا کی معرفت اور نعمتوں کا چرچا کرنے، پاک صاف رہنے اخلاص عمل اور صبر کرنے کا حکم	۲۱۵۸
۲	قیامت کے دن ناشکرے حریص، حق دشمن مالداروں اور حاکموں کا برا انجام	۲۱۵۹
۳	خدا کے بے پناہ لشکر۔ جہنم کے ذکر کی وجہ اور اس کی حقیقت۔ انسان کے عمل کی اہمیت	۲۱۶۳
۴	بے نمازیوں، غریبوں پر رحم نہ کرنے والوں، الٹی سیدھی باتیں بنانے والے حق دشمنوں کا بُرا انجام اور اس کی وجہ	۲۱۶۴

www.drhasanrizvi.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵	قیامت کے منکروں، قرآن سے بھاگنے والوں کا برا انجام۔ قرآن کی معرفت۔ خدا سے ڈرنے والوں کا اچھا انجام	۲۱۶۵

سورۂ قیامۃ (قیامت کے ذکر اور قسم سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	خدا انسان کی انگلیوں کے پوروں کو بھی دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ قیامت کے انکار کی وجوہات	۲۱۶۷
۲	قرآن کو یاد کروانا اور اس کا مطلب سمجھا دینا خدا کی ذمّہ داری ہے	۲۱۶۹
۳	انکارِ آخرت کا سبب دنیا کی محبت۔ نیکوں اور بروں کا انجام	۲۱۷۰
۴	نماز نہ پڑھنے، قیامت کو جھٹلانے، تکبّر سے چلنے کی مذمّت اور قیامت کا اثبات	۲۱۷۱

سورۂ دھر (لامتناہی زمانے کے ذکر سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انسان کے پیدا کرنے کا مقصد امتحان لینا ہے۔ اسی لئے اُسے دیکھنے سننے والا بنایا اور راستہ دکھایا	۲۱۷۳
۲	حق کے مُنکروں کا بُرا انجام۔ نیکوں کے لئے جنّت کی نعمتوں کا ذکر۔ نذر پوری کرنے والوں اور خدا سے ڈرنے والوں کی فضیلت	۲۱۷۴
۳	غریبوں کو کھانا کھلانے والوں، خدا سے محبّت کرنے والوں اور اخلاصِ عمل کی فضیلت علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ اور فضّہؓ کے حوالے سے	۲۱۷۵
۴	آلِ محمدؐ کے لئے جنّت کی نعمتیں۔ نمازوں کے اوقات۔ دنیا سے محبّت کی مذمّت قرآن کی اہمیت	۲۱۷۷

سورۂ مرسلات (مسلسل بھیجے جانے والی ہواؤں کے ذکر سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	ہواؤں سے خدا کی معرفت۔ قیامت کا واقع ہونا لازمی ہے اور قیامت کی تفصیلات زندگی کی مہلت کا مقصد	۲۱۸۱
۲	انسان کی تخلیق کے مدارج۔ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے۔ حقیقتوں کے جھٹلانے کا بُرا انجام	۲۱۸۳
۳	برائیوں اور خدا کی ناراضگی سے بچنے والوں کا بہترین انجام۔ قرآن اور ابدی حقیقتوں کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہی تباہی	۲۱۸۵

www.drhasanrizvi.org

آیاتہا (۶۷) سُورَۃُ المُلْکِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتہا

آیات ۳۰　　سورۂ مُلک مکی　　رکوعات ۲

(خدا کے ملک اور سلطنت کو بیان کرنے والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے

با برکت (یعنی) بے اِنتہا بزرگ، برتر و عظیم، لازوال کمالات والا، اور بے حساب فیضان عطا کرنے والا ہے وہ (خدا) جس کے ہاتھ میں (ساری کائنات کی) سلطنت ہے۔ (کیونکہ) وہ ہر چیز پر قُدرت رکھنے والا ہے ① جس نے مَوت اور زندگی کو پیدا کیا، تاکہ تمھارا اِمتحان لے، کہ تم میں سے کون اَچھے سے اَچھا عمل کرنے والا ہے[1] (یا) تم میں سے کون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ①

اِلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

[1] جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ "زندگی اور موت اللہ کی دو مخلوق ہیں پس جب موت آتی ہے تو وہ انسان کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور جس چیز میں موت داخل ہو جاتی ہے، اس سے زندگی نکل جاتی ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۶)

خدا کا یہ فرمانا کہ "اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا" کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے موت اور زندگی کا نظام مقرر کیا۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ موت بھی خدا کی تخلیق ہے۔ اس لئے ایک حقیقی چیز ہے کیونکہ خدا نے جس طرح زندگی کے لئے فرمایا کہ زندگی کو میں نے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح موت کے لئے بھی خدا نے پیدا کرنے کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس لئے فلسفیوں کا یہ کہنا کہ موت صرف عدم کا نام ہے، غلط ہے (تفسیر روح المعانی)

اور خدا کا یہ فرمانا کہ "تاکہ تمہارا امتحان لے" تو خدا کا امتحان لینا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ ہماری حقیقت کو نہیں جانتا۔ بلکہ یہ امتحان اس لئے ہوتا ہے کہ ہم کو اپنی صلاحیتوں کا جوہر دکھایا جائے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفُوۡرُۙ ﴿۲﴾

الَّذِيۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ هَلۡ تَرٰى مِنۡ فُطُوۡرٍ ﴿۳﴾

ثُمَّ ارۡجِعِ الۡبَصَرَ كَرَّتَيۡنِ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيۡرٌ ﴿۴﴾

عمل کے لحاظ سے بہترین ہے۔ اور وہ (خدا) زبردست طاقت والا، غلبہ والا، عزّت والا بھی ہے اور معاف کرنے والا اور اپنی رحمتوں سے ڈھک لینے والا بھی[1] ﴿۲﴾ جس نے طبق در طبق (یعنی) ایک کے اُوپر دُوسرا اور دُوسرے کے اُوپر تیسرا، (اس طرح) سات آسمان بنائے[2]۔ (اس کے باوجود) تم اُس سب سے بڑے فیض پہنچانے والے "رحمان" کی تخلیق میں کسی قسم کی بے نظمی یا بے ربطی نہیں پاؤگے۔ پھر پلٹ کر دیکھ لو، کہیں بھی تمھیں کوئی خلل، خرابی یا گڑبڑ نظر آتی ہے؟ ﴿۳﴾ بار بار نظر دَوڑاؤ، نگاہیں خُوب خُوب موڑو۔ تمھاری نگاہ تھک تھک کر تمھاری ہی طرف نامراد پلٹ آئے گی

---

[1] "خدا طاقت والا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مجرم اس کے قابو سے باہر نہیں جا سکتا اور "خدا معاف کرنے والا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم واقعی شرمندہ ہو کر خدا سے معافی مانگ لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو وہ ہماری غلطیاں معاف کر دے گا۔ اس طرح خوف اور امید کا پلہ برابر ہو گیا۔ اور یہ ہماری اصلاح کے لئے ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[2] امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "آسمان ایک دوسرے پر تہہ بہ تہہ بنائے گئے ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۶)

خدا کا یہ فرمانا کہ "تم کائنات میں بے نظمی نہیں پاؤگے" کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں ایک نظم پایا جاتا ہے۔ جتنی دفعہ چاہو دیکھو، غور کرو، تجربے کرو، مگر بالآخر تمھیں کائنات کے نظام میں کوئی بے نظمی نہیں نظر آئے گی۔ یہاں دو دفعہ دیکھنے سے مراد کئی کئی بار دیکھنا ہے۔ (مجمع البیان و بیضاوی)

***

www.drhasanrizvi.org

(مگر تمھیں خدا کی خلقت میں کوئی نقص نہ ملے گا) ④

(مثلاً) ہم نے تمھارے قریب والے آسمان کو بڑے عظیم الشّان چراغوں سے سَجا دیا ہے اور اُنھیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے[1]۔ نیز یہ کہ ہم نے اُن شیطانوں کے لئے بَھڑکتی اور دَہکتی ہوئی آگ کی سزا بالکل تیّار کر رکھّی ہے ⑤ اور جِن لوگوں نے اَپنے پالنے والے مالک کے ساتھ کُفر و اِنکار کا طریقہ اِختیار کِیا، اُن کے لئے جہنّم کی سزا ہے، اور وہ بہت ہی بُرا ٹِھکانا ہے ⑥ جَب وہ اُس میں پھینکے جائیں گے، تو اُس آگ کے دھاڑنے کی ہیبت ناک

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا
رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝٥
وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ ۝٦

---

[1] شہاب ثاقب یعنی ٹوٹنے والے چمکدار ستارے، جدید تحقیق کے اعتبار سے ان ستاروں کا حصہ نہیں ہیں جو چمک دے رہے ہیں۔ بلکہ ان ستاروں کے اجزاء ہیں جو بہت پہلے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ یہ ٹکڑے فضا میں حرکت کر رہے ہیں۔ اور کبھی کبھی زمین کی کشش کی زد میں آجاتے ہیں۔ قرآن کے اعتبار سے ان ٹکڑوں کی بارش شیطانوں کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ یہ بات شاید اس لئے کہی گئی ہے کہ اس زمانے کے لوگ کاہنوں کو عالم بالا کے راز بتانے والا سمجھتے تھے۔ جو شیطانوں سے راز معلوم کر لیتے تھے اب ان کو بتایا جا رہا ہے کہ شیاطین کوئی راز عالم بالا سے اب معلوم ہی نہیں کر سکتے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

إِذَآ أُلْقُوا۟ فِيهَا سَمِعُوا۟ لَهَا شَهِيقًا وَهِىَ تَفُورُ ﴿٧﴾
تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ
خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿٨﴾
قَالُوا۟ بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا
مَا نَزَّلَ ٱللَّهُ مِن شَىْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ
كَبِيرٍ ﴿٩﴾

اور خوفناک آواز بھی سُنیں گے، اِس حال
میں کہ وہ غیظ و غصّہ کی شِدّت کی وجہ سے
اَیسا جوش کھا رہی ہوگی ﴿۷﴾ کہ قریب ہوگا
کہ پھٹ جائے۔ جب بھی اُس میں کِسی گروہ
کو پھَینکا جائے گا، تو وہاں کام کرنے والے
پہرہ دار اُن لوگوں سے پُوچھیں گے: "کیا تمھارے
پاس کوئی (اَبدی تباہی سے) خبردار کرنے والا،
بُرائی کے بُرے انجام سے ڈرانے والا نہیں آیا
تھا؟"[1] ﴿۸﴾ وہ کہیں گے: "ہاں۔ کیوں نہیں۔
ہدایت کرنے والا اور ڈرانے والا ہمارے پاس
ضرور آیا تھا۔ مگر ہم نے اُسے خُوب خُوب جھُٹلایا
اور یہ کہہ دیا تھا کہ "اللہ نے کچھ اُتارا ہی نہیں۔
تم تو خود بہت بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے

[1] مطلب یہ ہے کہ جہنم کافروں کو دیکھ کر غصہ کے عالم میں پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اصل میں یہ جہنم کے غصے اور اشتعال کی شدت پر اظہار کا ایک بلیغ انداز ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۶)
غرض اس سے اس غصے کا بیان مقصود ہے جو جہنم کو خدا کے دشمنوں سے ہوگا (تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

ہو" (۹) پھر وہ کہیں گے: "کاش ہم سُنتے یا
عقل سے کام لیتے تو (آج) اِس جہنّم کی بھڑکتی
ہوئی آگ (میں جلنے) والوں میں سے نہ ہوتے"[۱] (۱۰)
پس اِس طرح اُنھوں نے اَپنے (اصلی) جرُم
کا خود اِعتراف کرلیا۔ تو لعنت ہو اُن جہنّم
والوں پر (معلوم ہوا کہ جہنّمیوں کا اَصل قصوُر
حق بات کو نہ سُننا اور اَپنی عقل سے کام
نہ لینا ہوتا ہے) (۱۱)
اَب جو لوگ بے دیکھے اَپنے پالنے والے
مالک سے ڈرتے ہیں، اُن کے لئے توحقیقتاً
اللہ کی چھائی ہوئی رحمت میں ڈھک جانا،
اللہ کی معافی اور بہت ہی بڑا اَجرو
ثواب ہے[۲] (۱۲) تم چاہے چُپکے چُپکے بات چیت

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ
السَّعِيرِ (۱۰)
فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ (۱۱)
إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَأَجْرٌ كَبِيرٌ (۱۲)

---

[۱] (۱) محققین نے لکھا کہ اس آیت سے انسان کے بااختیار ہونے کا ثبوت مل گیا۔ (۲) اور انسان کی اصل غلطی بھی بتادی گئی کہ وہ حقائق پر نہ تو توجہ کرتا ہے اور نہ غور کرتا ہے اس لئے ابدی حقیقتوں کے بارے میں جو باتیں کی جاتی ہیں، ان کو سننے ہی کو تیار نہیں ہوتا۔ (۳) نیز معلوم ہوا کہ انسان کی صلاح و فلاح کا دارومدار حقائق کو سننے اور ان پر غور و فکر کرنے پر ہے بقول اقبال۔

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلک مردان خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب ملا و نباتات و جمادات

***

[۲] علامہ طبرسیؒ نے بالغیب کا لفظ ڈرنے والوں سے متعلق قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ صرف لوگوں کے سامنے ہی خدا سے نہیں ڈرتے بلکہ تنہائی میں بھی اللہ سے ڈرتے ہیں اور اسی کی اطاعت کرتے ہیں (مجمع البیان)

***

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ⑮

کرو یا اُونچی آواز سے بولو، حقیقت یہ ہے کہ خدا تو سینوں اور دلوں کے اندر کی باتوں تک کا جاننے والا ہے[1] ⑬ کیا وہی (خدا تمھارے رازوں کو) نہ جانے گا جس نے (تمھیں) پیدا کیا ہے؟ جبکہ وہ بڑی باریک سے باریک چیزوں کا دیکھنے والا بھی ہے اور ہر چیز سے خوب باخبر بھی ہے[2] ⑭ ع

وہی (خدا) تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لئے قابلِ استعمال بنا دیا ہے۔ چلو اُس کے کاندھوں (اور چھاتی) پر، اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ (پیو)۔ (مگر یہ بات نہ بھولنا کہ بالآخر) تمھیں اُسی (خدا) کی طرف دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے[3] ⑮ کیا تمھیں اِس

[1] چپکے چپکے بات کرنے کا کیا ذکر، اگر بات بالکل زبان پر بھی نہ آئے، اور دل کے اندر ہی رہے، تب بھی خدا اس کو خوب جانتا ہے۔ اس لئے لاکھ پردوں میں چھپ چھپ کر بھی اگر تم گناہ کی باتیں کروگے تو بھی خدا کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔

***

[2] جب تم یہ بات سمجھ لوگے کہ تمہارا مالک خدا ہے جو باریک سے باریک باتوں کا دیکھنے والا ہے، تو یہ بات بھی سمجھ لوگے کہ اس سے چھپ چھپا کر کوئی کام نہیں کیا جا سکتا۔ لطیف سے مراد نہایت گہری اور باریک حکمتوں اور تدبیروں والا ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

***

[3] خدا کا یہ فرمانا کہ "چلو زمین کے کاندھوں پر" یہ تو کاندھوں سے مراد زمین کی بلندیاں ہیں۔ اس لئے اس سے مراد پہاڑ ہیں لیکن اس سے مراد زمین کی اوپر کی سطح ہو سکتی ہے جسے نچلی سطحوں کے اعتبار سے زمین کا کاندھا کہہ سکتے ہیں اور خدا کا یہ فرمانا کہ "خدا کی روزی کھاؤ" یعنی اللہ نے جو کچھ اگایا ہے اس سے اپنی غذا حاصل کرو۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

بات کا ڈر نہیں کہ وہ جو آسمان میں ہے وہ
تمھیں (اِس زور سے) زمین میں دھنسا کر
رکھ دے کہ زمین ایک دم سے ہلنے اور جھولنے
لگے؟ (۱۶) کیا تم اِس بات سے بھی نہیں ڈرتے
کہ وہ جو آسمان میں ہے وہ تم پر پتھر برسانے
والی ہوا بھیج دے[۱]؟ پھر تمھیں معلوم ہوجائے
گا کہ میری طرف کا ڈرانا کیسا ہوتا ہے! (۱۷)
اور اِن سے پہلے جو تھے وہ بھی (اَبدی
حقیقتوں کو) جھٹلا چکے ہیں۔ تو (دیکھ لیا کہ
میری طرف کی سزا اور پکڑ کیسی (سخت) تھی[۲] (۱۸)
کیا اُنھوں نے اَپنے اُوپر پرندوں کو پَر پھیلاتے
اور سُکیڑتے نہیں دیکھا؟ خدائے رحمان کے
سِوا کوئی نہیں جو اُنھیں (ہوا میں) تھامے

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾
اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾
وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾

---

[۱] خدا کا اپنے لیے یہ فرمانا کہ "جو آسمانوں میں ہے" اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ خدا جسمانی اعتبار سے آسمانوں پر رہتا ہے۔ خدا تو لامکاں ہے اور جسم و جسمانیات سے پاک بھی ہے اور بلند بھی لیکن کیونکہ عرش الٰہی کو خدا کی حکمرانی کا پایہ تخت سمجھا جاتا ہے اور عرش آسمانوں پر ہے اس لئے خدا کا اس طرح تعارف کرایا گیا کہ "جو آسمان پر ہے" (تفسیر کبیر، مدارک، فصل الخطاب)

***

[۲] مطلب یہ ہے کہ تم نے دیکھا کہ میری آیتوں کو جھٹلانے پر پچھلی قوموں کا کیا حشر ہوا ۔ یہ بات خدا نے جناب رسول خداؐ کی تسلی اور آپؐ کی قوم کے سرکشوں کو ڈرانے کے لئے فرمائی (تفسیر قمی صفحہ ۵۰۶)

***

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا
يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾
اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ
الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾
اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ

اور سنبھالے رکھتا ہو۔ (یعنی خدا ہی نے پرندے
کو اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ ہوا میں تیر
رہا ہے اور اُسی نے اُس کو اُڑنے اور اپنے
بھاری جسم کو ہوا میں سنبھالے رکھنے کا طریقہ
سکھایا ہے اور فطرت کے ایسے قوانین بھی
بنائے ہیں کہ ہر پرندہ ہوا میں اُڑ رہا ہے)
حقیقتاً وہی (خدا) ہر چیز کی نگرانی اور نگہبانی
کرنے والا ہے ⑲ آخر تمہارے پاس کون سا
لاؤ لشکر ہے جو خدائے رحمان کے مقابلے پر
تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ یہ حق کے منکر 'کا فر'
لوگ صرف دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں[1] ⑳
اگر وہ (خدا) تمہاری روزی کو روک لے
تو پھر کون ہے جو تمہیں روزی دے سکتا ہے؟[2]

[1] مشرکوں کا خیال تھا کہ جب وقت پڑے گا تو ان کے بت ان کی مدد کریں گے اسی طرح دوسرے لوگوں کو اپنے اپنے قبیلے اور اپنی اپنی پارٹی پر غرور تھا۔ ان سب کو بتایا جا رہا تھا کہ جب خدا کی سزا آئے گی تو یہ لاؤ لشکر تمہارے کام نہ آئے گا۔ اور اگر خدا تمہیں روزی دینا بند کر دے گا تو پھر تمہیں کوئی روزی دینے والا بھی نہ ہوگا (فصل الخطاب)

* * *

[2] غرض آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو بارش کو روک دے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام اسباب کام کرنا چھوڑ دیں گے جو رزق پہنچانے والے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۶)

* * *

www.drhasanrizvi.org

بلکہ دراصل یہ لوگ سرکشی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ (اَبدی حقیقتوں سے) بھاگنے اور دُور رہنے پر اَڑے اور جمے ہوئے ہیں ﴿۲۱﴾ تو کیا جو اُلٹا ہو کر اَوندھے مُنہ چل رہا ہو، وہ زیادہ صیح راستہ پانے والا ہے، یا وہ جو سَر کو اُٹھائے سیدھا ہو کر ایک ہموار اور سِیدھے راستے پر چل رہا ہے؟[1] ﴿۲۲﴾ اُن سے کہئے کہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں پَیدا کیا، اور تمھارے لئے سُننے اور دیکھنے کی طاقتیں بھی قرار دیں اور سوچنے سمجھنے والا دل و دماغ بھی دیا۔ مگر تم ہو کہ بہت ہی کم شُکر اَدا کرتے ہو ﴿۲۳﴾ کہئے کہ وہی (خدا) ہے جس نے تمھیں زمین میں اِدھر اُدھر پھیلا

بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾
اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ
یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾
قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ
الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾

---

[1] آیت میں پہلی مثال کافر کی ہے اور دوسری مثال مومن کی ہے۔ کافر کا تصور کائنات کی ہر چیز کے متعلق الٹا ہوتا ہے۔ اور مومن افراط و تفریط کی راہوں سے بچ کر چلتا ہے۔

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "دل چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک وہ دل جس میں نفاق اور ایمان دونوں ہوتے ہیں۔ (۲) ایک وہ دل جو الٹا ہوا ہوتا ہے۔ (۳) ایک وہ دل جس پر نشان لگا ہوتا ہے۔ (۴) ایک وہ دل جو چمکیلا نورانی ہوتا ہے جس دل پر نشان لگا ہوتا ہے وہ منافق کا دل ہوتا ہے۔ جو دل چمکیلا نورانی ہوتا ہے۔ وہ مومن کا دل ہوتا ہے۔ وہ دل ایسا ہوتا ہے کہ جب خدا اس کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے۔ اور جب خدا اس کو کسی بلا میں گرفتار کر کے اس کا امتحان لیتا ہے، تو وہ صبر کرتا ہے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۶، بحوالہ کافی و معانی الاخبار)

* * *

www.drhasanrizvi.org

رکھا ہے اور پھر تمھیں اُسی کی طرف گھیر کر
لے جایا جائے گا [1] ﴿۲۴﴾ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر تم
سچّے ہو تو (بتاؤ کہ) یہ وعدہ کب پُورا ہوگا؟ ﴿۲۵﴾
کہئے کہ اِس کا عِلم تو صِرف اللہ کو ہے۔ اور
میں تو صِرف صاف صاف واضح طور پر خبردار
کرنے والا ہوں (جس طرح یہ کہنا سچ ہے کہ
ہر شخص مَرے گا، لیکن کب مَرے گا؟ اِس
کا پتہ صِرف خدا کو ہے) [2] ﴿۲۶﴾ (مگر) جب یہ لوگ
قیامت کو قریب سے دیکھ لیں گے، تو اُن
سَب لوگوں کے چہرے بُری طرح بِگڑ جائیں
گے جنھوں نے اُس کا اِنکار کیا تھا۔ پھر اُن
سے یہ کہا بھی جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز
جس کا تم تقاضے پر تقاضا کیا کرتے تھے ﴿۲۷﴾

قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ
تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾
قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ
مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾
فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾

---

[1] آخر میں انسان کو بتایا جارہا ہے کہ ہم نے تمھیں زمین پر پھیلا تو دیا ہے لیکن جب ہم حساب لینا چاہیں گے تو تم جہاں کہیں بھی ہوگے سمٹ سمٹا کر میدان حساب میں جمع کر دیئے جاؤ گے۔ اس لئے زمین پر پھیلنے کی وجہ سے تم کہیں پھیل نہ جانا کہ اب تم ہمارے قابو سے باہر ہو چکے ہو۔ تم کسی طرح اور کسی وقت بھی ہمارے قبضہ قدرت سے باہر نہیں نکل سکتے۔

***

[2] اصل میں ان منکروں کے پوچھنے کا مقصد کہ "قیامت کب ہو گی؟ تو ان کا مقصد صرف قیامت کے عقیدے کا مذاق اڑانا تھا اس لئے یہ نہیں بتایا گیا کہ کب ہو گی بس یہ بتا دیا گیا کہ اس کا علم خدا کو ہے کہ قیامت کب آئے گی لیکن اس کے بعد کی آیت میں یہ بتا دیا گیا کہ جب وہ آئے گی تو تمہارا اچیا پانچا ہو جائے گا۔

***

اُن سے کہئے کہ کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ میرے ساتھیوں کو ختم بھی کر دے، یا ہم پر رحم کرے، تو بھی کافروں (یعنی) حق کے منکروں کو سخت تکلیف دینے والی سزا سے کون پناہ دے کر بچائے گا؟[1] (۲۸) اُن سے کہہ دیجئے کہ وہ (خدا) سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا مہربان ہے۔ ہم اُسی کو دل سے مانتے ہیں۔ اور اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ بہت جلد تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے جو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے[2] (۲۹) اُن سے کہو، کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اگر تمھارے کنوؤں کا پانی زمین میں بہت ہی نیچے اُتر جائے، تو پھر کون ہے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۸)

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۲۹)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ

---

[1] مقصد یہ ہے کہ ہم پر دنیا میں چاہے کتنے ہی مصائب گزر جائیں مگر ہر حالت ہمارے حق میں اچھی ثابت ہو گی لیکن تم اپنی فکر کرو کہ تمہارے اس کفر کا کیا انجام ہو گا۔

کافر آپس میں کہتے تھے کہ جب رسول خداؐ اور ان کے مٹھی بھر ساتھی ختم ہو جائیں گے تو ہم آرام کی نیند سوئیں گے ان سے کہا جا رہا ہے کہ احمقو اگر ہم ختم بھی ہو جائیں گے تو بھی تم کو خدا کے عذاب سے کون بچا سکے گا جو تم جیسے حق کے منکروں کے لئے کبھی ختم نہ ہو گا۔ (مجمع البیان)

***

[2] آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ "کون کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک تم نے غور ہی نہیں کیا۔ اگر تم ذرا سوچو گے اور غور کرو گے تو تم آسانی سے سمجھ لو گے کہ کون سا راستہ سیدھا ہے اور کون سیدھے راستے پر چل رہا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

جو تمھارے لئے میٹھے پانی کی بہتی ہوئی سوتیں
نکال کر لا دے؟ ^ا^ ع (۳۰)

آیات ۵۲ سورۂ قلم مکّی رکوعات ۲

(قلم کے ذکر اور قسم سے شروع ہونے والا سورہ)
(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
نوُن، اور قسم ہے قلم کی، اور اُس کی
جسے لوگ لکھتے ہیں [۱] (۱) کہ آپؐ اپنے پالنے
والے مالک کے فضل و کرم سے دیوانے نہیں
ہیں (۲) (بلکہ) حقیقت تو یہ ہے کہ آپؐ کے
لئے ایسا اجرِ (عظیم) ہے جو کبھی ختم ہونے
والا نہیں (یا) جس کا اِحسان آپؐ پر نہیں

۲ ع ۲

يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ (۳۰)

اٰیاتہا ۵۲ (۶۸) سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (۱)
مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (۲)
وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (۳)

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ یہ پانی جس پر تمھاری زندگی کا دارومدار ہے - یہ سب فیض اور فائدہ پہنچانے والے رحمان کا فیض و کرم ہے - کنویں کے یہ سوتے اسی کے حکم سے ابل رہے ہیں - اگر یہ سوتے بند ہو جائیں تو کوئی دوسرا ان کو جاری کرنے پر قدرت نہیں رکھتا - (فصل الخطاب)

***

[۲] " نون " حروف مقطعات میں سے ہے یہ حروف خدا کا راز ہیں - اور ان کی حقیقت کا علم صرف خدا کو ہے - اور خدا نے ان کا علم صرف اپنے راز دار اطاعت گزار خاص الخاص بندوں کو عطا کیا ہے - جو ان حروف کے ذریعہ خدا سے جو کچھ بھی طلب کرتے ہیں ، وہ انہیں مل جاتا ہے - جس طرح Code Words ہوتے ہیں جو عام لوگوں کے لئے تو بے معنی ہوتے ہیں ، مگر جاننے والوں کے لئے با معنی ہوتے ہیں اسی طرح یہ حروف نبیؐ اور امامؑ کے لئے خدا کے کھلے ہوئے راز ہیں - مطلب خدا کے راز دار ہی بتا سکتے ہیں - (ضحاک و معالم)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ﴿٤﴾
فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ ﴿٥﴾
بِاَيِّٮكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ﴿٦﴾
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۖ وَ
هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿٧﴾
فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿٨﴾
وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ ﴿٩﴾

جتایا جائے گا ﴿٣﴾ اور بلا شُبہ آپؐ اَخلاق کے
بہت بڑے درجے پر فائز ہیں[۱] ﴿٤﴾ بہت جلد
آپؐ بھی دیکھ لیجئے گا اور اُنھیں بھی دِکھا
دِیا جائے گا، ﴿٥﴾ کہ تم میں سے کون دِیوانہ
ہے ﴿٦﴾ حقیقتاً آپؐ کا پالنے والا مالک خُوب
اَچّھی طرح سے جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے
سے ہٹا ہوا ہے، اور وہی (خدا) اُن لوگوں
کو بھی خوب اَچّھی طرح سے جانتا ہے جو سیدھے
راستے پر ہیں ﴿٧﴾ لہٰذا آپؐ (اَبدی حقیقتوں کو
جُھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانئے گا ﴿٨﴾ وہ تو یہ
چاہتے ہیں کہ آپؐ (دِین کے اصولوں کے بارے
میں) کچھ رُو رعایت اور سُستی سے کام لیں
اور کچھ رُو رعایت سے وہ بھی کام لیں ﴿٩﴾

---

[۱] "خلق" کے اردو میں محدود معنی ہیں یعنی خاطر مدارات کرنا، جھک جھک کر سلام کرنا بات بات پر دانت نکال دینا۔ اس میں سچائی کو بھی دخل نہیں۔ جو مصنوعی ہنسی ہنس کر بات کرے اور جھٹ پٹ جھوٹے وعدے کر لے وہ اردو میں بااخلاق کہلاتا ہے۔ اور جو خوشامد نہ کرے کھری سچی بات کرے، حماقت کو حماقت اور جہالت کو جہالت کہے وہ بداخلاق شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن عربی میں خلق کے معنی ظاہری خلقت اور خلق کے معنی ہماری تمام باطنی کیفیتوں کی درستگی کے ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا کا خُلق عظیم فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ رسولؐ زندگی کے ہر شعبہ میں باطنی کیفیتوں کے اعتبار سے بلند ترین نقطہ اخلاق پر ہیں۔ (فصل الخطاب)

حضرت علیؑ سے کسی نے جناب رسول خداؐ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ دنیا کی نعمتیں گناؤ۔ اس نے کہا یہ ممکن نہیں۔ فرمایا۔ خدا نے دنیا کی تمام مخلوق کو قلیل کہا اور رسولؐ کے اخلاق کو عظیم فرمایا۔ اب اس کو کون بیان کر سکتا ہے؟ (نہج البلاغہ)

***

www.drhasanrizvi.org

(لیکن) آپ کسی بہت[1] زیادہ قسموں پر قسمیں کھانے
والے ذلیل شخص کا کہنا نہ مانئے گا[1] (۱۰) جو
طعنے[2] دیتا ہے اور چغلیاں کھانے کے لئے بھاگ
دوڑ کرتا ہے[2] (۱۱) بھلائی اور خیر خیرات سے
روکتا ہے۔ اور[5] گناہ اور ظلم اور زیادتی میں
حد سے گزر جانے والا ہے (۱۲) پھر اس کے
بعد بد[6] اصل بھی ہے (۱۳) (اور یہ سب کچھ) اس
برتے پر کرتا ہے کہ وہ بہت مال اور اولاد
رکھتا ہے (۱۴) جب اس کو ہماری آیتیں باتیں
اور دلیلیں سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ
یہ تو پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں (۱۵) بہت
جلد ہم اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے[3] (۱۶)
ہم نے ان (مشرکین مکہ) کا اسی طرح

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۱۰)
هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۢ بِنَمِيمٍ (۱۱)
مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (۱۲)
عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (۱۳)
أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (۱۴)
إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ (۱۵)
سَنَسِمُهُۥ عَلَى ٱلْخُرْطُومِ (۱۶)

---

[1] کافروں کی تمنا تو بس یہ ہے کہ آپ دین کی تبلیغ کے معاملے میں ڈھیلے پڑ جائیں مگر آپ ان کے کہنے میں ہرگز نہ آیئے گا کہاں آپ سرتاسر حق، اور کہاں وہ سرتاسر باطل (ماجدی)

حلاف یعنی ایسا آدمی جو جھوٹی قسمیں کھانے کا عادی ہو (معالم) حق بات پر بھی بار بار قسم کھانے والا کو حلاف کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

***

[2] "ہماز" ایسے آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے طعنوں سے لوگوں کے دل دکھاتا ہو۔ اور "اثیم" بہت گنہ کرنے والے کو کہتے ہیں (ابن کثیر۔ معالم)۔

***

[3] مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی ناک کاٹ دیں گے جسے وہ اپنی عزت سمجھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کی عزت کو ذلت سے بدل دیں گے۔ (تفسیر کبیر، معالم بقول امام محمد باقر، مجاہد و ابن جریر)۔

***

www.drhasanrizvi.org

اِمتحان لیا ہے جس طرح ایک خاص باغ والوں
کا اِمتحان لیا تھا۔ جب اُنھوں نے قسم کھائی
تھی کہ وہ صبح ہوتے ہوتے ضرور اَپنے باغ
کے پھل توڑ لیں گے[1] (۱۷) اور وہ اِس سِلسلے
میں کوئی اِستثناء یا قید بھی نہیں لگا رہے
تھے (۱۸) رات کو وہ سوئے پڑے تھے کہ تمھارے
مالک کی طرف سے ایک بلا اُس باغ پر پھر
گئی[2] (۱۹) تو وہ باغ کٹی ہوئی فصل جَیسا (گنجا)
ہو گیا (۲۰) (اُدھر) صُبح سویرے اُن لوگوں نے
ایک دُوسرے کو پُکارا (۲۱) کہ چلو اپنی کھیتی کی
طرف اگر تمھیں اُس کے پھل توڑنے ہیں (۲۲)
تو وہ چل پڑے، اور وہ آپس میں چُپکے چُپکے
کہہ رہے تھے (۲۳) کہ دیکھنا خبردار، آج کوئی

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا
لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ﴿۱۷﴾
وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾
فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾
فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ﴿۲۰﴾
فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ﴿۲۱﴾
اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ﴿۲۳﴾

---

[1] امتحان لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم یہ دیکھیں گے کہ کون ہماری نعمتوں کو ہماری مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور کون ہماری مرضی کے خلاف استعمال کرکے ناشکرا اور ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا بن جاتا ہے۔

***

[2] "طوف" کے معنی کسی چیز کے گرد گھومنے کے ہوتے ہیں۔ اس لئے عربی میں جو شخص گھروں کے چاروں طرف گھوم گھوم کر حفاظت کرتا ہے اس کو طائف کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان بھی انسان کے چاروں طرف چکر لگاتا رہتا ہے اور ہر وقت اس کا شکار کرنا چاہتا ہے۔ (بیان القرآن نعمانی جلد ۴ صفحہ ۷۸)

***

أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿۲۴﴾
وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿۲۵﴾
فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿۲۶﴾
بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۲۷﴾
قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿۲۸﴾

غریب فقیر تمھارے پاس باغ میں نہ آنے پائے ﴿۲۴﴾ غرض کنجوسی تلے دبے ہوئے (یا) کسی کو کچھ نہ دینے کا فیصلہ کئے ہوئے، صُبح سویرے جلدی جلدی اِس اِطمینان کے ساتھ اَپنے باغ میں گئے جیسے کہ وہ (اَپنے پھل توڑنے پر) پُوری قدُرت رکھتے ہیں ﴿۲۵﴾ مگر جب باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: "اَرے ہم یقیناً راستہ بھٹک کر کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں ﴿۲۶﴾ نہیں بلکہ ہم ناکام اور نامُراد رہ گئے ہیں[۱]" ﴿۲۷﴾ اُن میں جو سَب سے اَچھا تھا[۲] وہ کہنے لگا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کو یاد کیوں نہیں کرتے؟ (یا) اللہ کی تسبیح کرکے اُس کی پاکیزگی اور بےعَیب

[۱] جب ان احمقوں نے پہلی نظر اپنے اجڑے ہوئے باغ پر ڈالی تو سمجھے کہ شاید ہم راستہ بھول کر کسی اور باغ میں آگئے ہیں۔ ہمارا باغ تھوڑی اجڑ سکتا ہے

گری ہے جس پہ کل بجلی
وہ میرا آشیاں کیوں ہو؟

لیکن جب غور سے دیکھا تو چیخے ہائے ہماری بدبختی! ہمارا باغ تو جل گیا (فصل الخطاب)

***

[۲] "اوسطھم" کے معنی ان کا سب سے اچھا آدمی (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۸)

یعنی سب سے بہتر اور افضل آدمی (معالم۔ ابن کثیر، بقول عکرمہ)

بتایا گیا کہ یہ سب سے چھوٹا بھائی تھا جس نے اپنے بڑے بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ یہ تمہارا غلط رویہ ہے۔ غریبوں کو محروم نہ کرو۔ اور نہ اپنے ارادوں پر اتنے مغرور ہو کہ کوئی بات غیر مشروط طور پر بیان کرو۔ ایسے موقع پر اللہ کی مرضی کو بھی پیش نظر رکھو لیکن وہ نہ مانے۔ پھر جب ان کا تیا پانچا ہو گیا تو لگے ایک دوسرے پر الزام لگانے اور ہائے وائے مچانے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ہونے کو کیوں نہیں بیان کرتے ؟ (٢٨) تب
اُنھوں نے کہا پاک ہے ہمارا پالنے والا مالک!
واقعی ہم ظالم اور گناہگار ہیں (٢٩) پھر اُن میں
سے ہر ایک، ایک دُوسرے کو بُرا بھلا کہنے
لگا (٣٠) کہنے لگے، وائے ہو ہم پر (یا) افسوس
ہمارے حال پر، بے شک ہم سرکش ہو گئے
تھے (٣١) ممکن ہے کہ اَب ہمارا پالنے والا
مالک ہمیں اِس (تباہ باغ) کے بدلے اِس
سے بہتر (کوئی باغ) عطا فرمائے (کیونکہ
حقیقتاً اَب ہم اَپنے پالنے والے مالک کی
طرف رجوع کر کے اُسی سے لَو لگائے ہوئے
ہیں[1] (٣٢) (غرض) خدا کی سزا اِس طرح کی
ہوا کرتی ہے (یا) خدا کا عذاب ایسا ہوا کرتا

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾
عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾

---

[1] بدلہ چاہے دنیا میں ملے یا آخرت میں، اور ہو سکتا ہے کہ دونوں جگہ مراد ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ انہیں دنیا ہی میں کہیں اچھا باغ مل گیا تھا۔ یہی قول مجاہد تابعی کا بھی ہے (مدارک)

کہا جاتا ہے کہ یہ باغ حبشہ میں تھا (ابن کثیر۔ ابن جریر)

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ باغ یمن میں تھا (معالم)

غرض قصے کا ماحصل یہ ہے کہ اہل غفلت ہمیشہ اپنی چالاکیوں پر مطمئن رہتے ہیں اور کمزور غریبوں کا حق مارتے رہتے ہیں لیکن آخر کار خود نقصان اٹھاتے ہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ ان احمق بھائیوں نے خدا پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنی تدبیروں اور بدمعاشیوں پر بھروسہ کیا۔ انجام یہ ہوا کہ ان کا باغ راتوں رات اولوں سے برباد ہوا (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۳

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۳۴

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۵

مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۶

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝۳۷

ہے۔ اور بلاشُبہ آخرت کی سَزا اِس سے بہت زیادہ بڑی ہے۔ کاش یہ لوگ اُس کو جان لیتے ع ۳۳

ع ۴۳ ۲

حقیقت یہ ہے کہ بُرائیوں سے بَچ کر فرائضِ الٰہیہ کے اَدا کرنے والے "مُتقین" کے لئے اُن کے پالنے والے مالک کے ہاں نِعمت بھَرے جنّت کے گھنے اور سرسبز و شاداب باغات ہیں[۱] ۳۴ کیا ہم اِطاعت کرنے والوں کو مجُرموں اور گنُاہگاروں جیسا کر دیں؟ ۳۵ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے (اُلٹے سُلٹے) حُکم لگاتے (یا) فیصلے کرتے ہو ۳۶ کیا تمھارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں تم یہ بات پڑھتے ہو ۳۷ کہ وہاں تمھارے لئے ضرور وہی کچھ ہے[۲]

۱۔ آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جنت میں داخلہ تقویٰ کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی برائیوں سے بچنے اور فرائض الٰہیہ کے ادا کرنے کی وجہ سے اور تقویٰ کا ابتدائی لازمی درجہ ایمان ہے۔

***

۲۔ کافر کہتے تھے کہ ہم جس طرح دنیا میں مزے اڑا رہے ہیں۔ اسی طرح آخرت میں بھی مزے اڑائیں گے اور مسلمان دنیا اور آخرت دونوں میں سختیاں اٹھائیں گے۔ جواب میں کہا جا رہا ہے کہ یہ تمہارا احمقانہ فیصلہ ہے جو خلاف عقل ہے اس لئے کہ آخرت تو جزا و سزا کا عالم ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بدمعاشیوں اور نافرمانیوں کے بدلے میں مزے اڑیں اور شرافت اور نیکیوں پر سزا دی جائے۔ یہ سب تمہاری اوندھی عقل کے الٹے فیصلے ہیں۔

***

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾
اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ
اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾
سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾
اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾
يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا

جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو؟ ﴿۳۸﴾ کیا تم نے
ہم سے کچھ قسمیں لے رکھّی ہیں جو قیامت تک
کے لئے ہیں کہ تمھیں وہاں وہی کچھ ملے گا جس
کا تم حُکم لگاؤ گے ﴿۳۹﴾ اُن سے پُوچھئے کہ اُن
میں سے کون اِس بات کا ضامن ہے؟ ﴿۴۰﴾ یا
اُن کے کچھ آدمی ہمارے کام میں شریک ہیں؟
تو وہ (ہمارے) اُن شریکوں کو لا کر پیش
کریں، اگر وہ سچّے ہیں ۱ے ﴿۴۱﴾ جس دن سخت ترین
وقت کا ہنگامہ ہوگا ۲ے اور لوگوں کو (خدا کے
سامنے) سجدہ کرنے کے لئے بُلایا جائے گا تو
وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ﴿۴۲﴾ اُن کی نِگاہیں جُھکی
ہوئی ہوں گی اور ذِلّت اُن پر چھا رہی ہوگی ۳ے
اُنھیں (دُنیا میں) جب یہ صحیح سالم تھے (خدا

۱ے اب کافروں سے ان کے غلط فیصلوں کا ماخذ پوچھا جا رہا ہے کہ آخر تم کس بنیاد پر ایسے الٹے سلٹے فیصلے کر رہے ہو؟ کیا تورات و انجیل کے سوا کوئی اور کتاب بھی تمہارے پاس آئی ہے جس میں ایسی الٹی سلٹی باتیں لکھی ہوں؟ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی آدمی آیا ہے جس سے تم نے یہ عہد لے لیا ہے کہ تم خدا کے قانون مکافات کی زد سے باہر ہو؟ کیا تمہارے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں نے ایسے احمقانہ فیصلے کرائے ہیں اور خدا کو اپنے فیصلوں کا پابند بنا دیا ہے؟ ان کو ذرا ہمارے سامنے تو لاؤ۔ آخر اپنے جھوٹے دعوؤں پر کوئی تو عقلی نقلی دلیل پیش کرو، مگر جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ (فصل الخطاب)

***

۲ے آیت میں "پنڈلی کھولنے" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عربی محاورہ میں کشف ساق یعنی پنڈلی کھولنے کے معنی کسی سخت مشکل وقت کے آ پڑنے کے ہوتے ہیں کیونکہ مشکل وقت میں پائے جامہ اٹھا کر بھاگا جاتا ہے جس سے پنڈلیاں کھل جاتی ہیں۔ روح، قاموس، تاج، راغب، مدارک، ابن جریر) ***

www.drhasanrizvi.org

کے سامنے) سجدہ کرنے کے لئے بُلایا جاتا تھا (تو
وہ اِنکار کر دیا کرتے تھے) ﴿۴۳﴾ تو اَب مجھے اور
اُنھیں چھوڑ دو جو اِس کلام کو جھٹلاتے ہیں۔
ہم اُنھیں رفتہ رفتہ بتدریج تباہی کی طرف
لے جائیں گے کہ اِنھیں اُس کی خبر بھی نہ
ہو گی ﴿۴۴﴾ غرض میں اُنھیں ڈھیل (پر ڈھیل)
دُوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میری چال بڑی
زبردست اور مضبُوط ہوتی ہے[1] ﴿۴۵﴾
تو کیا آپؐ اُن سے کوئی اُجرت طلب
کر رہے ہیں کہ یہ لوگ مالی نقصان کے
بوجھ (کے تصوّر) سے دَبے چلے جا رہے ہیں؟[2] ﴿۴۶﴾
کیا اِن کے پاس غیب کی خبریں ہیں
جنھیں یہ لِکھ لیا کرتے ہیں ﴿۴۷﴾ پس آپؐ اپنے

يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾
فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾
وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾
اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی باتوں کو نہیں مانتے مگر دنیا میں انہیں مال دولت خوب مل رہا ہے تو وہ اس سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اس لئے کہ خدا کا سزا دینے کا انداز ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو امتحاناً نعمتوں پر نعمتیں دیتا چلا جاتا ہے۔ اس کو خدا کا قانون استدراج کہتے ہیں۔ پھر جب وہ انسان سزا کا پورا پورا مستحق بن جاتا ہے تب صرف سزا ہی سزا باقی رہ جاتی ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ اسی کو خدا نے اپنی چال یا خفیہ منصوبہ فرمایا ہے۔ یہ چال، چال بازوں اور بدمعاشوں کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ خدا ہمیں اپنی اس خطرناک سزا سے محفوظ رکھے۔ (فصل الخطاب)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ وہ کافر لوگ خدا کے پیغام سے اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟ کیا وہ احمق یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ خدا کے رسولؐ کو مان لیں گے تو ان سے کوئی بڑا معاوضہ طلب کر لیا جائے گا؟ تو یہ خیال غلط ہے۔ ہم ان کے کسی مالی معاوضے کے طلبگار نہیں ہیں۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۸﴾

لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۴۹﴾

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۰﴾

پالنے والے مالک کے فیصلے کے مطابق صبرو ضبط سے کام لیجئے۔ اور مچھلی والے (نبی یونسؑ) کی طرح (جلد باز) نہ ہو جائیے[۱] کہ جب اُنھوں نے (اَپنے مالک کو) پُکارا تھا، اِس حالت میں کہ وہ غم و غصّے سے بھرے ہوئے تھے (۴۸)

اگر اُن کے پالنے والے مالک کی طرف کی مہربانی اُن تک نہ پہنچتی، تو وہ مذمّت میں گرفتار ہو کر ایک خشک اور چٹیل مَیدان میں پھینک دئے جاتے[۲] (۴۹)

(مگر) اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں چُن لیا اور اُنھیں اَپنے نیک بندوں میں داخل رہنے دِیا (۵۰)

اور جب کافر (یعنی) وہ لوگ جو (خدا اور رسولؐ کا) اِنکار کرتے ہیں، اِس 'کلامِ نصیحت'

[۱] مطلب یہ ہے کہ صبر کیجئے جلد بازی سے کام نہ لیجئے حضرت یونسؑ کی طرح گھبرا کر بدعا نہ کیجئے وہ بدعا کر کے اور عذاب آنے کی اطلاع دے کر بغیر خدا سے پوچھے جلد بازی میں بستی سے نکل پڑے تھے آپؐ ہرگز ایسا نہ کیجئے گا۔

پھر کشتی میں بیٹھ کر حضرت یونسؑ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ میں بلا اجازت بستی سے نکل پڑا پھر جب کشتی پر طوفان آیا تو لوگوں نے کہا ہم میں ضرور کوئی غلام ہے جو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ آیا ہے۔ اب جو ناموں کا قرعہ پڑا تو بار بار حضرت یونسؑ کا ہی نام نکلا یہ دیکھ کر حضرت یونسؑ دریا میں کود گئے اور مچھلی نے نگل لیا۔ تب انہوں نے خدا کو پکارا لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اس پر ان کی توبہ قبول ہو گئی۔ مچھلی نے کنارے پر کھلے میدان میں اگل دیا۔ (فصل الخطاب

***

[۲] اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا چاہیئے (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

(یعنی) قرآن کو سُنتے ہیں، تو تمھیں ایسی تیز
نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمھارے قدم
اُکھاڑ دیں گے (یا) اپنی نظروں کے زور سے
تمھیں (تمھارے موقف سے) ہلا جُلا کر ہٹا دیں
گے۔[1] اور وہ کہتے ہیں کہ: "یقیناً یہ دیوانہ ہے" (۵۱) حالانکہ
یہ (کلام) تو سارے جہانوں کے لئے ایک نصیحت
ع ١٩ ٢ (یعنی) بھلائی چاہنا ہے (۵۲)

آیات ۵۲ سورۃ الحاقہ مکّی رکوعات ۲

(ہو کے رہنے والی بات (مُراد قیامت) کے بیان والا سورہ)
(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
ہو کے رہنے والی بات (۱) کیا ہے وہ ہو

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ
لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾
وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اٰيَاتُهَا (٦٩) سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَاقَّةُ ﴿۱﴾
مَا الْحَاقَّةُ ﴿۲﴾

---

[1] مطلب یہ ہے کہ کافر رسول خداؐ کو گھور گھور کر اس لئے دیکھتے تھے کہ وہ ڈر کر قرآن پڑھنا چھوڑ دیں (موضح القرآن)

علامہ طبرسیؒ نے لکھا "اس نے میری طرف ایسی نگاہ سے دیکھا کہ قریب تھا کہ مجھے زمین پر گرا دے گا۔ اور ایسی نگاہ سے دیکھا کہ قریب تھا کہ مجھے زندہ کھا جائے یا مار ڈالے۔ (مجمع البیان و بیضاوی)

بعض لوگوں نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ نظر بد کا اثر ہوتا ہے۔ عربی میں محاورہ ہے کہ "بد نظر اونٹ تک کو دفن کر دیتی ہے۔" بری نگاہوں کا اثر تجربہ اور مشاہدہ سے بھی ثابت ہے۔ مگر اس آیت سے اس کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔ (فصل الخطاب)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ تصرفات تکوینی و باطنی کافر بھی کر سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ کبھی وہ ایمانداروں پر غالب بھی آ جائیں۔ اسی لئے اس قسم کے تصرفات کو دلیل حقانیت نہیں سمجھنا چاہیئے (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

کے رہنے والی بات ؟ (۲) اور تم کیا جانو کہ
وہ ہو کر رہنے والی بات کیا (غضب کی
چیز) ہے ؟[۲] (۳) ثمود اور عاد (جیسی عظیم قوموں)
نے بھی اِس اَچانک آکر تباہ کر دینے والی
آفت (مُرادِ قیامت) کو جُھٹلایا تھا[۲] (۴) تو قومِ
ثمود تو ایک بڑی زبردست تباہ کُن آفت
سے ہلاک و برباد کر دی گئی (۵) اور عاد کی
قوم کے لوگ ایک بڑی شدید طُوفانی آندھی
سے ہلاک و برباد کئے گئے[۳] (۶) جسے اللہ نے
اُن پر لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک
مُسلّط رکھّا۔ تم (ہوتے تو) اُن کو دیکھتے کہ
وہ زمین پر اِس طرح چِت گِرے پڑے
ہیں جیسے کھجُور کے درخت کے پُرانے کھوکھلے

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحَآقَّةُ ؕ (۳)
كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ (۴)
فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ (۵)
وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ (۶)
سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ
فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى ۙ كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ

---

[۱] الحاقہ سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جو ضرور ہو کر رہے۔ (بیضاوی)

مراد حشر کا ہولناک دن ہے جس دن جزا و سزا ملے گی (راغب)

الحاقہ سے مراد وہ وقت ہے جس کا واقع ہونا تحقیق شدہ ہے۔ یہ وہ وقت ہو گا جب ہر معاملے کی حقیقت کھل جائے گی۔ یعنی جزا اور سزا جیسے حقیقی اور دائمی کام واقع ہوں گے۔ مگر تم اس وقت کی حقیقت کو نہیں جانتے (بیضاوی۔ تفسیر صافی صفحہ ۵۰۹)

***

[۲] "قارعتہ" کے معنی کھڑکھڑا دینے والی چیز مراد ایسی حالت ہے کہ جو بری طرح ڈرا اور ہلا کر رکھ دے اور تمام ستاروں کو توڑ پھوڑ ڈالے (تفسیر صافی صفحہ ۵۰۹)

***

[۳] عاد و ثمود کی قومیں اپنے زمانے میں عرب کی بڑی دولت مند اور ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ ان کا اصلی جرم آخرت کا انکار تھا۔ یہ جرم توحید کو نہ ماننے کے بعد سب سے بڑا جرم ہے۔ اس جرم کی سزا میں ان کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ﴿۷﴾
فَهَلۡ تَرٰی لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ ﴿۸﴾
وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِکٰتُ
بِالۡخَاطِئَۃِ ۚ﴿۹﴾
فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَۃً رَّابِیَۃً ﴿۱۰﴾
اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ حَمَلۡنٰکُمۡ فِی الۡجَارِیَۃِ ﴿ۙ۱۱﴾
لِنَجۡعَلَهَا لَکُمۡ تَذۡکِرَۃً وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ ﴿۱۲﴾

تنے پڑے ہوں ⑦ اب کیا اُن میں کا کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے؟ (ہرگز نہیں) اُن میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا۔ [note: see below]

اور یہی غلطی فرعون اور اُس کے پہلے والوں اور (قومِ لوطؑ کی) تہ و بالا ہو کر اُلٹی ہو جانے والی بستیوں[2] (کے لوگوں) نے بھی کی تھی ⑨ اُن سب نے اپنے پالنے والے مالک کے پیغام لانے والوں کی بات نہ مانی تو خدا نے اُن کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا ⑩

جب پانی کا طوفان حد سے گزر گیا تو ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کیا ⑪ تاکہ اُسے تمہارے لئے یادگار سبق سکھانے والا واقعہ بنا دیں۔ اور یاد رکھنے والے کان[3] اُس کی یاد

[1] آخر میں یہ سوال کیا گیا ہے وہ صرف ایک انداز ہے اس بات کے ظاہر کرنے کا کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچ سکا۔ (فصل الخطاب)

***

[2] حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا کہ "مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے قریب رکھوں اور تم کو اپنے سے دور نہ کروں۔ میں تمہیں تعلیم دیتا جاؤں گا اور تم اسے یاد رکھتے جانا۔ اور یہ بات اللہ کے ذمہ ہے کہ تم اس کو یاد رکھو گے" اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۰ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو جناب رسول خداؐ نے فرمایا "اے علیؑ! میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ تمہارے کان کو یاد رکھنے والا کان قرار دے" (عیون اخبار الرضا و جوامع)

***

www.drhasanrizvi.org

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ (١٣)
وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً (١٤)
فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (١٥)
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (١٦)
وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ
فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (١٧)
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ (١٨)

محفوظ رکھیں[۱] (١٢)

پھر جب ایک دفعہ صُور پھونکا جائے گا (١٣) اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا (١٤) تو اُس دن وہ ہو جانے والا واقعہ ہو جائے گا (١٥) اُس دن آسمان پھٹ جائے گا اور اُس کا نظام بالکل سُست ہو جائے گا (١٦) فرشتے آسمان کے چاروں طرف ہوں گے۔ اور اُس دن تمھارے پالنے والے مالک کے تختِ (سلطنت) کو آٹھ فرشتے اپنے اُوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے[۲] (١٧) اُس دن تم (سب خدا کے سامنے) پیش کئے جاؤ گے، اِس طرح کہ تمھاری کوئی بات ڈھکی چھُپی نہ رہے گی (١٨) تو جسے اُس کے اعمال کی کتاب

۱ے حضرت علیؑ نے فرمایا: "رسولؐ کی دعا کے بعد میں نے جو بات بھی سنی پھر کبھی اسے نہ بھولا۔ (کیونکہ خدا نے ان کے کانوں کو یاد رکھنے والے کان فرمایا)۔ (الکافی)

***

۲ے عرش خدا کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے کہا گیا ہے کہ یوں تو حاملان عرش چار فرشتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن عرش الٰہی کی عظمت دکھانے کے لئے چار فرشتے اور بڑھا دیئے جائیں گے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "عرش کو ملائکہ کی آٹھ صفیں اٹھائے ہوئے ہوں گی جن کی تعداد صرف اللہ جانتا ہے" لیکن بہرحال یہ مسلم ہے کہ عرش پر خدا بیٹھا ہوا نہ ہوگا۔ بلکہ خدا کا عرش، خدا کی خاص تجلیات جلال و کمال کا ایک مظہر ہے۔ (مجمع البیان)

عرش میں جو وزن ہوگا وہ خدا کی نورانیت اور ہیبت کی وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ آخرت میں خدا کی شان جبروتی کا کامل ظہور ہوگا۔

***

www.drhasanrizvi.org

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴿۱۹﴾
اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ﴿۲۰﴾
فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ﴿۲۱﴾
فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ﴿۲۲﴾
قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ﴿۲۳﴾
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿۲۴﴾

اُس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی، وہ پکار اُٹھے گا: "(لوگو) آؤ۔ پڑھو میرے اعمال کی کتاب، ﴿۱۹﴾ میں خوب جانتا رہا تھا کہ مجھے حساب دینا ہوگا" ﴿۲۰﴾ پھر وہ اپنے دل پسند عیش و آرام کی زندگی میں ہوگا[1] ﴿۲۱﴾ جنّت کے گھنے اور سرسبز و شاداب اور اُونچے اُونچے باغوں میں (یا) وہ عالی مرتبہ جنّت کے باغوں میں ہوگا ﴿۲۲﴾ جس کے بالکل تیّار پھلوں کے گچھے اُس کے بالکل نزدیک جُھکے پڑ رہے ہوں گے ﴿۲۳﴾ (ارشاد ہوگا) خُوب مزے لے لے کر خوشگواری کے ساتھ خُوب کھاؤ پیو[2]، اپنے اُن کاموں کے بدلے میں جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں انجام دئے ہیں ﴿۲۴﴾

[1] مطلب یہ ہے کہ جنت کی پوری زندگی ہر قسم کی فکر و پریشانی، بیماری، خوف، مصیبت، کوفت، موت، عیب، نقص سے قطعاً خالی ہو گی۔ جسے "من بھاتی زندگی" کے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے (ماجدی)

***

[2] اہل کتاب میں سے ایک شخص جناب رسول خداؐ کے پاس آکر کہنے لگا "اے ابو القاسمؐ! کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ جنت کے لوگ کھائیں گے پیئیں گے؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا" جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس کی قسم کہ جنت کے ہر آدمی کو کھانے پینے اور جماع کرنے میں سو سو آدمیوں کی قوت عطا کی جائے گی۔

اس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا ہو گا تو ان کو حاجت بھی محسوس ہو گی؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا" صرف ایک پسینہ جاری ہو گا جس کی خوشبو مشک کی سی ہو گی (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۰، بحوالہ مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِیْ
لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾
وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾
يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾
مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾
هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾
خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾

اور جس کے اعمال کی کِتاب اُس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ کہے گا کہ: "کاش میرے کاموں کی کتاب مجھے نہ دی جاتی ﴿۲۵﴾ اور میں نہ جانتا کہ میرا حِساب کِتاب کیا ہے[1] ﴿۲۶﴾ کاش مجھے پہلے (دُنیا میں) جو مَوت آئی تھی وہی فیصلہ کُن ہوتی (یعنی مَرنے پر میں بالکل فنا ہو جاتا اور کوئی دُوسری زندگی نہ ہوتی) ﴿۲۷﴾ (ہائے) میرا مال بھی تو میرے کچھ کام نہ آیا ﴿۲۸﴾ میرا سارا اَثر رسُوخ اور اِقتدار بھی برباد[2] ہو گیا" ﴿۲۹﴾ (حُکم ہو گا) "پکڑو اِسے اور اِس کی گردن میں طوق ڈال دو (یا) اِسے پکڑ لو اور اِس کے ہاتھوں کو اِس کی گردن سے جکڑ دو ﴿۳۰﴾

[1] یعنی کاش مجھے یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا ہوتا ہے؟ کیونکہ میرے پاس گناہوں کے سوا کچھ نہیں۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے دنیا میں تو کبھی یہ سوچا بھی نہ تھا کہ میرا حساب کتاب بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جن لوگوں کو داہنے ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال دیا جائے گا وہ کہیں گے۔ مجھے تو پہلے ہی سے یقین تھا کہ میرا حساب کتاب لیا جائے گا۔ (فصل الخطاب)

* * *

[2] مطلب یہ ہے کہ میرا اثر رسوخ مال اولاد سب برباد ہو گئے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ میری دلیل بحث، حجت، سب ڈھیر ہو گئی۔ اب اپنی صفائی کے لئے میرے پاس کوئی دلیل نہیں جو میں آج پیش کر سکوں (فصل الخطاب)

آخرت سے غافل کر دینے والی دو ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ (۱) مال و اولاد اور (۲) عزت و مقام۔ اس لئے ان دونوں چیزوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ (ماجدی)

* * *

www.drhasanrizvi.org

پھر اسے جہنّم کی بھڑکتی دہکتی آگ میں جھونک دو ﴿۳۱﴾ پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی سَتّر ہاتھ جتنی ہو، اسے باندھ دو[۱] ﴿۳۲﴾ یہ (بدمعاش) نہ تو اللہ کو، جو بہت بڑا اور بزرگ و برتر ہے، دل سے مانتا تھا ﴿۳۳﴾ اور نہ کسی غریب مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا (یعنی نہ خدا کا حق ادا کرتا تھا اور نہ بندوں کا)[۲] ﴿۳۴﴾ تو آج نہ تو اس کا کوئی یار اور مددگار ہے ﴿۳۵﴾ اور نہ اس کے زخموں سے بہتے ہوئے مواد[۳] اور اُن کے دھوئے ہوئے پانی کے سِوا اس کے لئے کوئی کھانا ہے ﴿۳۶﴾ جسے غلط کام کرنے والوں کے سِوا کوئی نہیں کھاتا" ﴿۳۷﴾ ع

ع ۱ / ۲۷ / ۵

ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿۳۱﴾

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴿۳۲﴾

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿۳۳﴾

وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿۳۴﴾

فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ﴿۳۵﴾

وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿۳۶﴾

ع لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ﴿۳۷﴾

---

[۱] حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اس زنجیر کی لمبائی ستر ہاتھ ہے۔ اگر اس کی ایک کڑی دنیا پر رکھ دی جائے تو ساری دنیا اس کی گرمی سے پگھل جائے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۴ بحوالہ تفسیر قمی)

ممکن ہے کہ یہ گز عالم آخرت کے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ لمبائی سے خاص لمبائی مراد نہ ہو۔ صرف زنجیروں کا بہت لمبا ہونا بتانا مقصود ہو (تفسیر کبیر، بحر)

***

[۲] خدا سزائیں دیئے جانے کی وجوہات بتلا رہا ہے (۱) خدا کو دل سے نہ ماننا (۲) انسانوں کے حقوق ادا نہ کرنا۔ (۳) غریبوں سے ہمدردی کا نہ ہونا اور اس لئے غریبوں کی مدد نہ کرنا۔ اب اس آئینے میں ہر شخص اپنی شکل خود دیکھ لے۔ (فصل الخطاب)"

***

[۳] پیپ سے یہاں مراد زخمیوں کے زخموں کی پیپ ہے یا مراد کافروں کا پسینہ ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۴ تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

فَلَآ أُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُونَ ۝۳۸
وَمَا لَا تُبۡصِرُونَ ۝۳۹
إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ۝۴۰
وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٖۚ قَلِيلٗا مَّا تُؤۡمِنُونَ ۝۴۱
وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٖۚ قَلِيلٗا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝۴۲
تَنزِيلٞ مِّن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝۴۳
وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ ٱلۡأَقَاوِيلِ ۝۴۴
لَأَخَذۡنَا مِنۡهُ بِٱلۡيَمِينِ ۝۴۵

پس کچھ نہیں (مگر) میں قسم کھاتا ہوں
اُن چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو ۝۳۸ اور اُن کی
بھی جنھیں تم نہیں دیکھتے ۝۳۹ حقیقت یہ ہے کہ
یہ (قرآن) ایک صاحبِ عزّت پیغام لانے
والے (جبرئیلؑ) کا بولا ہوا ہے[1] ۝۴۰ کسی شاعر
کا کلام نہیں ہے۔ تم لوگ بہت کم ایمان
لاتے ہو[2] ۝۴۱ نہ یہ کسی کاہن کی باتیں ہیں۔
مگر تم ہو کہ بہت کم غور کرتے ہو ۝۴۲ یہ
(قرآن) تمام جہانوں کے پالنے والے مالک
کی طرف سے اُتارا ہوا ہے ۝۴۳ اور اگر اِس
(نبیؐ) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف
منسوب کر دی ہوتی ۝۴۴ تو ہم اس کا داہنا
ہاتھ پکڑ لیتے[3] ۝۴۵ پھر اُس کی رگِ گردن کو

[1] عربی محاورے میں قسم کھانے کا مطلب صرف کلام میں زور اور تاکید پیدا کرنا ہوتا ہے اور کیونکہ قرآن کے لانے والے فرشتے جبرئیل تھے جو دکھائی بھی نہ دیتے تھے اور قرآن سمجھانے اور پہنچانے والے رسولؐ تھے اس لئے قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے ان دو قسموں کے ذریعے توجہ دلائی گئی ہے۔ رسول کریمؑ سے مراد جبرئیل ہیں۔ (تفسیر کبیر بقول ابن مسائب و مقاتل و ابن قتیبہ، بحر)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ یہ پر حکمت کتاب نہ تو شعر ہے نہ کہانت ہے۔ اور تمہاری یہ بے ہودہ باتیں ایمان و عقل سے خالی ہیں۔ اور بہت کم ایمان لانے سے مراد ایمان نہ لانا ہے (راغب۔ تفسیر کبیر)

***

[3] مطلب یہ ہے کہ ہم بڑا سخت اور قوت کے ساتھ بدلہ لیتے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۴۰ بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

www.drhasanrizvi.org

کاٹ ڈالتے[ا] (۴۶) تم میں سے کوئی (ہمیں) اس کام سے روک نہیں سکتا تھا (۴۷)

(غرض) حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ (قرآن) بُرائیوں سے بچنے والے 'متقین' کے لئے نصیحت (یا) سراسر بھلائی ہی بھلائی ہے (۴۸) اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں بہت سے (اِسے) جُھٹلانے والے ہیں (۴۹) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ (قرآن) حق کے مُنکروں کے لئے بڑے سخت غم و غصّہ اور حیرت (کا سبب بنا ہوا) ہے (۵۰) اور واقعاً بلاشُبہ یہ (قرآن) بالکل یقینی طور پر ایک سچّی حقیقت ہے (۵۱) پس آپؐ (اِس عطا کے شُکرانے میں) اپنے عظیم پالنے والے مالک کی تسبیح کیا کیجئے۔

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (۴۶)
فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (۴۷)
وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ (۴۸)
وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ (۴۹)
وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (۵۰)
وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ (۵۱)

[ا] پہلے یہ بتادیا گیا ہے کہ قرآن عالمین کے پالنے والے کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ رسولؐ کی کیا مجال کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر اس بات کو ہماری طرف منسوب کر دے۔ حقیقت میں یہ ایک بلیغ انداز ہے رسول خداؐ کی صداقت اور حقانیت بیان کرنے کا قرآن میں تو واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ اب کوئی نبی نہ آئے گا۔ محمد مصطفیٰؐ خاتم النبین ہیں۔ اس لئے اب کسی جھوٹے نبی پر جھوٹے ہونے کا یہی ایک ثبوت بہت کافی اور واضح ہے۔ اب مزید کسی اور ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں (فصل الخطاب)
یاد رہے کہ یہ کوئی عام اصول نہیں بتایا جا رہا ہے۔ یعنی مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو کوئی بھی نبوت یا امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا ہم اس کے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ (فصل الخطاب)۔ یہ صرف رسول خداؐ کی حقانیت کا بیان ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾

اٰیاتُہا (٤٤) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (٧٠) رُكُوْعَاتُہا (٢)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿١﴾

لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿٢﴾

مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ﴿٣﴾

(یعنی) اُس کے بے نقص ہونے اور اِنتہائی

باکمال ہونے کا اِعتراف کرتے رہئے ﴿۵۲﴾ ع ۲ ۵ ۶

آیات ۴۴ سورۃ المعارج مکّی رکوعات ۲

(بلندی کے زینوں کے بیان والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو

فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ۝

ایک عذاب مانگنے والے نے اُس عذاب

کو مانگا ہے[1] جو واقع ہونے ہی والا ہے ﴿۱﴾

حق کے مُنکر ’کافروں‘ کے لئے۔ کوئی اُسے

ہٹانے والا نہیں ﴿۲﴾ (کیونکہ یہ) اُس خدا کی

طرف سے (ہوگا) جو بلندی کے زینوں کا مالک

ہے ﴿۳﴾ (جن پر) فرشتے اور رُوح اُس کی

---

[1] سوال پوچھنے سے مراد عذاب طلب کرنا ہے جیسا کہ خود قرآن میں اس شخص کا قول یوں نقل ہوا کہ "اگر یہ بات خدا کی طرف حق ہے تو (اے خدا) ہم پر آسمان سے پتھر برسا ۔ یا کوئی اور دردناک عذاب ہی لے آ" (سورۂ انفال)

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان غدیر میں فرمایا تو ایک دن نعمان بن حارث فہری رسول خداؐ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا یہ اعلان آپ نے اپنی طرف سے فرمایا ہے؟ یا اللہ کی طرف سے کیا ہے؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا" میں نے جو اعلان کیا ہے وہ خدا کی طرف سے کیا ہے یہ سن کر اس نے خدا سے کہا کہ اگر یہ بات سچی ہے تو مجھ پر اپنا عذاب نازل فرما ۔" (پھر اسی وقت ایک پتھر اس پر گرا) اس واقعہ کا ذکر سورہ انفال میں بھی آیا ہے (۔ تفسیر مجمع البیان و تفسیر درمنثور)

***

www.drhasanrizvi.org

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ
مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ ۝۴
فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِیۡلًا ۝۵
اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ۝۶
وَّ نَرٰىہُ قَرِیۡبًا ۝۷
یَوۡمَ تَکُوۡنُ السَّمَآءُ کَالۡمُہۡلِ ۝۸
وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ ۝۹
وَ لَا یَسۡـَٔلُ حَمِیۡمٌ حَمِیۡمًا ۝۱۰
یُّبَصَّرُوۡنَہُمۡ ؕ یَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ یَفۡتَدِیۡ مِنۡ عَذَابِ
یَوۡمِئِذٍۭ بِبَنِیۡہِ ۝۱۱

طرف چڑھ چڑھ کر جائیں گے[1] ایک ایسے دِن
جس کی مِقدار پچّاس ہزار سال ہے (۴) تو
آپؐ بہت اَچھّے طریقے سے صَبرو برداشت سے
کام لیجئے (۵) وہ لوگ اُسے (قیامت کو) دُور
سمجھتے ہیں (۶) اور ہم اُسے بہت قریب دیکھ
رہے ہیں[2] (۷) جس دِن آسمان پگھلی ہوئی چاندی
جَیسا ہو جائے گا (۸) اور پہاڑ رنگ برنگ کے
دُھنکے ہوئے اُون (کے گالوں) جَیسے ہو جائیں
گے (۹) اور کوئی جِگری دوست اَپنے جِگری
دوست تک کو نہ پُوچھے گا (۱۰) حالانکہ وہ اُنھیں
دِکھائے بھی جا رہے ہوں گے۔ (ہر) مُجرم
یہ تمنّا کرے گا کہ اُس دِن کی سَزا سے
بچنے کے لئے اَپنے بیٹوں تک کو فِدیہ میں

[1] مراد آسمان ہیں جو ایک اوپر ایک ہیں اور ان پر فرشتے چڑھتے اترتے ہیں۔ اس میں طالب حق کی ترقیوں کی طرف بھی اشارہ ہے یعنی انسان جتنی کوشش کرے گا اتنی ترقی کرے گا۔ اور روح سے مراد جبرئیل ہیں (مدارک)

***

[2] قیامت کے دن کو دور سمجھنا ان لوگوں کی ارادی غفلت اور مدہوشی کا نتیجہ ہے اور یہاں دور سمجھنے سے مراد خدا کی قدرت سے دور یعنی خدا کی قدرت سے باہر سمجھنا ہے۔ اور قیامت کو قریب سمجھنے سے مراد خدا کی قدرت کے اندر سمجھنا ہے۔ (تفسیر کبیر)

مطلب یہ ہے کہ کیونکہ کافر یا منکرین قیامت خدا کی قدرت ہی کو نہیں ملنتے اس لئے قیامت کے ہونے کو بعید ازامکان سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس کے آنے کا یقین نہیں رکھتے۔

***

دے دے ⑪ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی
تک کو (بدلے میں دے دے) ⑫ اور اپنے
بہت قریبی خاندان والوں کو (بھی فدیہ میں
دے دے) جو اُس کو پناہ دینے والے تھے ⑬
(بلکہ) زمین پر جتنے ہیں سب کے سب کو (اپنے
بدلے فدیہ میں) دے دے' اور اِس طرح
اُس سزا سے چھٹکارا حاصل کرلے۱؎ ⑭ (مگر) یہ
ہرگز نہ ہوگا۔ وہ تو ایک دَہکتی بھڑکتی آگ
کا شعلہ ہوگا ⑮ جو اُس کے گوشت پوست'
جوڑ بند تک کو چاٹ جائے گا ⑯ وہ (آگ)
پُکار پُکار کر ہر اُس شخص کو اپنی طرف
بُلائے گی جس نے (دُنیا میں خدا اور رسولؐ کے
احکامات سے) اپنا مُنہ موڑا تھا۲؎ اور پیٹھ پھیری

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ⑫
وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ⑬
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ⑭
كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ⑮
نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ⑯
تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ⑰

۱؎ قیامت کے دن حق کے منکروں کی حالت زار کا بہترین نقشہ کھینچا گیا ہے کہ جن جن پر دنیا میں وہ اپنی جان چھڑکا کرتے تھے، آخر انہیں کو اپنی جان بچانے کے لئے جہنم کے حوالے کرتے چلے جائیں گے (ماجدی)

۲؎ یعنی جب دنیا میں وہ لوگ خدا پر ایمان لانے اور خدا کی اطاعت کرنے کی طرف بلائے جاتے تھے تو وہ بلانے والوں سے نفرت کیا کرتے تھے۔ اور ان سے دور بھاگا کرتے تھے۔ ***

(۲۱۳۲ کا ایک)

۳؎ محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن میں ہر جگہ جہاں جہاں دوزخیوں کا حال بیان ہوا ہے وہاں حقوق الناس کی اہمیت خاص طور پر اجاگر کی گئی ہے۔ یہاں بھی یہی بتایا جا رہا ہے کہ جہنم کی آگ ان لوگوں کو اپنی طرف بلا رہی ہوگی جو مال کو بچا بچا کر رکھتے تھے اور خیرات نہ کرتے تھے۔ بعد میں آنے والی آیتوں میں بھی مثبت اور منفی دونوں طریقوں سے یہی بات سمجھائی گئی ہے (فصل الخطاب) ***

www.drhasanrizvi.org

تھی (۱۷) اور مال و دَولت خُوب جمع کیا تھا۔اور
اُسے چُھپا چُھپا کر محفوظ جگھوں میں رکھا تھا[۱ے] (۱۸)
حقیقتاً اِنسان بہت چھوٹے دِل والا پیدا
ہوا ہے (۱۹) جَب اُس پر کوئی مُصیبت آپڑتی
ہے، تو وہ بے قرار ہو کر گھبرا اُٹھتا ہے[۲ے] (۲۰) اور
جَب کچھ دَولت اُس کے ہاتھ آجاتی ہے (یا)
جَب اُسے خوشحالی مِل جاتی ہے تو کنجوسی
کرنے لگتا ہے (۲۱) سِوا اُن[(۱)] نماز پڑھنے والوں
کے (۲۲) جو اپنی نماز کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ
اَدا کرتے ہیں[۳ے] (۲۳) اور جِن[(۲)] کے مال میں ایک
مقرّر اور معیّن حق ہوتا ہے (۲۴) سوال کرنے
والے، اور نہ سوال کرنے والے محتاج ومحرُوم
کے لئے (۲۵) وہ[(۳)] لوگ جزا اور سزا کے دِن کو

وَجَمَعَ فَاَوْعٰى (۱۸)
اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا (۱۹)
اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا (۲۰)
وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (۲۱)
اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (۲۲)
الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (۲۳)
وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ (۲۴)
لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۲۵)
وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (۲۶)

(نمبر ایک صفحہ ۲۱۳۱ پر دیکھیئے)

۲ے "ھلوعا" کے معنی سخت حریص اور ایسا شدید لالچی جس میں صبر کی صفت بہت کم ہو (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۱)

اس سے مراد طبعی بے ہمتی نہیں بلکہ وہ بے ہمتی مراد ہے جو سخت حریص انسان خود اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے۔

جزوعاً کے معنی کسی نقصان پر اس قدر رونا پیٹنا کہ جو جائز غم کی حدوں سے بڑھ جائے ۔ اور "منوعاً" کے معنی ضروری حقوق کا روکنے والا ۔ اور یہاں شر سے مراد فقروفاقہ ہے ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۱)

***

۳ے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی پوری پوری حفاظت کرتے ہیں ۔ یعنی ان کو کبھی ناغہ نہیں کرتے (جصاص ۔ ابن کثیر بقول ابن مسعود)

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس پر نفل نمازیں بھی لازمی کرلیتے ہیں اور ان کو بھی ہمیشہ ادا کرتے رہتے ہیں (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۱)

***

www.drhasanrizvi.org

سچ مانتے ہیں[1] (۲۶) اور(۴) جو اپنے پالنے والے
مالک کی سزا سے ڈرتے رہتے ہیں (۲۷) حقیقتاً
اُن کے مالک کی سزا ایسی ہی چیز ہے کہ اُس
سے کبھی بے خوف نہیں رہنا چاہئے (۲۸) اور(۵) وہ
لوگ اپنی شرمگاہوں کی حِفاظت کرتے ہیں[2] (۲۹)
(یعنی جنسی بے راہ روی اِختیار نہیں کرتے) سِوا
اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی
ملکیّت میں ہیں۔ (اُن سے جنسی تعلّقات قائم
کرنے میں) اُن پر کوئی اِلزام نہیں (۳۰) اب جو
اِس سے آگے بڑھا، تو ایسے لوگ حد سے
آگے بڑھنے والے سِتم گار (سخت گنہ گار) ہیں[3] (۳۱)
اور(۶) وہ لوگ امانتوں کی حِفاظت کرتے ہیں،
اور اپنے(۷) عہد و پیمان کا پاس اور لحاظ رکھنے[4]

وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ (۲۷)
إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ (۲۸)
وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ (۲۹)
إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ
غَيْرُ مَلُومِينَ (۳۰)
فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْعَادُونَ (۳۱)
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (۳۲)

---

[1] "محروم" سے مراد وہ (بے روزگار) شخص ہے جو روزگار نہ رکھتا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "محروم سے مراد وہ شخص ہے جو تجارت یا کسی پیشے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ نیز اس سے مراد وہ شخص بھی ہے جس کا مال ضائع ہو جائے۔ (جصاص۔ راغب)

***

[2] اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کے معنی (۱) بدکاری یا زناکاری سے بچنا اور (۲) اپنے جسم کے خاص اعضاء کو عریانی سے بچانا۔

***

[3] حد شرعی سے نکل جانے والے جنسی تسکین کے طریقوں میں تمام غیر فطری اور غیر شرعی جنسی تسکین کے طریقے اور صورتیں شامل ہیں (مدارک)

***

[4] عہد سے مراد وہ وعدہ ہے جو انسان ایمان لا کر خدا سے کرتا ہے کہ وہ ہر بات میں خدا کی اطاعت کرے گا۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾
وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾
اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾
فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾
عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾

والے ہوتے ہیں (۳۲) اور وہ (۸) اپنی گواہیوں پر قائم
رہتے ہیں (یعنی نہ تو گواہی دے کر پھر جاتے
ہیں اور نہ اُس میں کوئی کمی یا زیادتی کرتے
ہیں)[1] (۳۳) اور وہ (۹) اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں
(یعنی) اپنی نمازوں کو پابندی کے ساتھ (اُن کے
اَوقات کے اَندر) اَدا کرتے ہیں[2] (۳۴) یہ لوگ جنّتوں
کے گھنے اور سرسبز و شاداب باغوں میں بڑی
عِزّت و اِحترام کے ساتھ (ہمیشہ ہمیشہ) رہیں گے (۳۵) ع ۱ ۲۵ ۷
تو اِن حق کے مُنکر 'کافروں' کو کیا ہو
گیا ہے کہ (آپؐ کو اَذِیّت دینے اور مذاق
اُڑانے کے لئے) آپؐ کی طرف دَوڑے چلے
آتے ہیں ؟ (۳۶) غول در غول ' داہنی طرف سے
بھی ' اور بائیں طرف سے بھی[3] (۳۷) کیا اِن میں سے

[1] "جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں" یعنی جن باتوں پر ان سے گواہی مانگی جاتی ہے وہ بلا کسی کمی یا زیادتی کے بالکل سچی اور ٹھیک گواہی دیتے ہیں۔ کبھی طرح حق کو نہیں چھپاتے ۔ اسی طرح وہ خدا اور رسولؐ کے سچے ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور اس گواہی کے عملی تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں۔

***

[2] محققین نے نتیجہ نکالا کہ اعمال حسنہ کی فہرست میں خدا نے سب سے پہلے نماز کا ذکر فرمایا ہے اور اس فہرست کو ختم بھی نماز پر فرمایا ہے۔ یہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی اطاعت کے سلسلے میں اولین اہمیت نماز کو حاصل ہے (ابن کثیر)

***

[3] یہ ذکر ان کافروں اور مشرکوں کا ہے کہ جب رسول خداؐ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے تھے تو یہ لوگ ادھر ادھر سے دوڑتے ہوئے آتے تھے اور آپ کو طرح طرح سے پریشان کرتے تھے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ہر ایک یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ نعمتوں بھری
جنّت کے گھنے سرسبز و شاداب باغ میں
داخِل کر دیا جائے گا؟ ﴿۳۸﴾ ہرگز نہیں حقیقت
یہ ہے کہ ہم نے اُن کو جس چیز سے پَیدا کیا
ہے، اُسے یہ خود خُوب جانتے ہیں[۱] ﴿۳۹﴾ پس
یہ ہرگز نہ ہوگا۔ مَیں قسم کھاتا ہوں مشرقوں
اور مغربوں کے مالک کی کہ حقیقتاً ہم اِس
بات پر قادر ہیں ﴿۴۰﴾ کہ ہم اُن کے بدلے اُن
سے اَچھے لوگ پَیدا کر دیں۔ اور ہمیں بے بس
نہیں بنایا جا سکتا (یا) ہم سے کوئی آگے نہیں
بڑھ سکتا[۲] ﴿۴۱﴾ لہٰذا آپؐ انھیں ان کی بیہُودہ
باتوں اور کھیل کُود میں پڑا چھوڑ دیں۔ یہاں
تک کہ یہ اَپنے اُس دِن کو پہنچ جائیں جس کا

أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿۳۸﴾
كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾
فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ﴿۴۰﴾
عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۴۱﴾
فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۴۲﴾

۱؎ یعنی یہ لوگ اپنے کردار کے لحاظ سے اسی نجاست پر قائم ہیں۔ یعنی انہوں نے خود کو پاک کرنے کی کبھی کوئی کوشش ہی نہیں کی اس لئے اب وہ پاک لوگوں کی جنت میں کیسے جا سکتے ہیں (فصل الخطاب)

***

۲؎ یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ ان سے بہتر لوگ پیدا کر دے۔ یعنی اپنا عذاب بھیج کر پوری کی پوری قوم کا خاتمہ کر دے اور ان کے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے۔ جو اعمال کے لحاظ سے بہتر ہوں گے

***

www.drhasanrizvi.org

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿۴۳﴾

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿۴۴﴾

اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے (۴۲) جس دِن یہ
اَپنی قبروں سے بڑی تیزی کے ساتھ نِکلیں گے
اور اُسی طرح دَوڑے بھاگے جا رہے ہوں گے
جس طرح وہ اَپنے بُتوں کی طرف دَوڑ رہے ہوں[۱] (۴۳)
اُن کی نِگاہیں جُھکی ہوئی ہوں گی۔ ذِلّت وخواری
اُن پر چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی وہ دِن ہے جس کا
اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے (۴۴) ع

ع ۲ ۹ ۸

أياتها (۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ (۷۱) ركوعاتها

آیات ۲۸ سورۂ نوحؑ مکّی رکوعات ۲

(حضرت نوحؑ کے بیان والا سورہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○
ہم نے نوحؑ کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا

---

[۱] "نصب" سے مراد عبادت کی جگہیں ہیں۔ یا جھنڈے ہیں۔ جن کی طرف لوگ دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۲)

یہ بھی لکھا گیا کہ وہ کسی بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے (تفسیر قمی)

دنیا میں یہ لوگ بتوں، ٹھاکروں، سرمایہ داروں، وڈیروں، حاکموں، جابروں کی طرف دوڑے جایا کرتے تھے۔ اب خدا کے حکم سے قبروں سے نکل نکل کر مرکز حساب کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ یہ ان پر طنز ہے۔

نصب سے مراد نصب شدہ پتھر یا ستون ہیں جن کی طرف گھوڑے ریس کے وقت دوڑائے جاتے ہیں انہیں دوڑتے گھوڑوں کی طرح یہ لوگ حساب دینے کیلئے دوڑ رہے ہوں گے۔

***

www.drhasanrizvi.org

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ①
قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ②
اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③
يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ
اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

کہ تم اپنی قوم کے لوگوں کو (ابدی ہلاکتوں سے) ڈراؤ، اِس سے پہلے کہ اُن کے پاس ایک سخت تکلیف دینے والی سزا آجائے[1] ① (اِس پر) نوحؑ نے کہا: "اے میری قوم والو! میں تمھارے لئے صاف صاف خبردار کرنے والا (اور ابدی ہلاکتوں سے) ڈرانے والا (پیغمبر) ہوں ② (دیکھو) اللہ کی بندگی (عاجزانہ اِطاعت) کرو، اور اُس (کو ناراض کرنے) سے ڈرو اور میری بات مانو[2] ③ اللہ تمھارے گناہوں کو معاف کردے گا اور تمھیں ایک مقررہ مُدّت تک زندگی گزارنے کے لئے چھوڑ دے گا۔[3] یہ حقیقت ہے کہ جب اللہ کا مُقرّر کیا ہوا وقت آجاتا ہے، تو پھر وہ ٹالا نہیں جا سکتا۔ کاش تمھیں اِس بات

[1] انسانی نسل کا سلسلہ طوفان نوحؑ کے بعد حضرت نوحؑ سے دوبارہ شروع ہوا۔ اس لئے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہتے ہیں۔ اس لئے تاریخ انبیا میں حضرت نوحؑ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

***

[2] خدا سے ڈرو یعنی خدا کی عظمت کے تقاضوں کو محسوس کرو اور اس کی سزا اور ناراضگی سے ڈرو۔ اس خوف کا منطقی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ خدا کو راضی کرنے والے اچھے کاموں کو انجام دیں گے اور خدا کو ناراض کرنے والے قابل سزا اعمال سے بچیں گے۔ (فصل الخطاب)

***

[3] خدا کا یہ فرمانا کہ "وہ تمھیں اجل مسمیٰ یعنی مقررہ مدت تک مہلت دے گا"۔ تو یہ مقررہ مدت عمر کی وہ حد ہے جس کے بعد موت آتی ہے۔ یہ مدت ایمان لانے اور اطاعت خدا کے کام انجام دینے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۲)

***

www.drhasanrizvi.org

کا عِلم ہوتا" (۴)

(پھر جب قوم نے کچھ نہ سُنا تو نوحؑ نے)

عرض کی: "اَے میرے مالک! مَیں نے اپنی

قوم کو دن رات (تیری طرف) بُلایا (۵) مگر میری

ہر پُکار نے اُن کے دُور بھاگنے میں اور اضافہ

ہی کر دیا (۶) مَیں نے جب اُنھیں بُلایا (تاکہ

وہ اِس قابل ہو جائیں کہ) تو اُن کو معاف

کر دے، تو اُنھوں نے اپنی اُنگلیاں اپنے

کانوں میں ٹھونس (ٹھونس) لیں، اور اپنے

کپڑے اپنے اُوپر لپیٹ (لپیٹ) لئے۔ اور

اپنے غلط طریقوں پر اڑ گئے اور سخت تکبّر کیا[۱] (۷)

مَیں نے پھر بہت صاف پُکار پُکار

کر بُلایا (۸) پھر مَیں نے اُن کو اعلانیہ طور پر

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا (۵)

فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا (۶)

وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ

فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ

اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (۷)

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (۸)

ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (۹)

---

[۱] "انہوں نے سخت تکبر کیا" یعنی انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ جتنا ان کو حق کی طرف بلایا جائے گا اتنا ہی وہ حق سے دور بھاگیں گے اور کوئی حق بات نہ سنیں گے (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۳)

انگلیاں کانوں میں دے لینا اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لینا حق سے انتہائی نفرت اور نہ سننے کی کوشش کا اظہار ہے۔ یعنی نہ تو وہ حق کو سننا چاہتے ہیں اور نہ حق پرستوں کی صورتیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں یہ سچی کھری باتیں ان کے دلوں پر اثر نہ کر جائیں۔

حق بات کو مان لینے کے معنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ گویا ہمارے باپ دادا احمق تھے۔ اس لئے وہ یہ کہتے تھے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ گھٹیا درجے کے لوگ ہیں۔ یہ سب حرکتیں اور سوچنے کے احمقانہ انداز صرف ان کے تکبر کا نتیجہ تھے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾
يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿١١﴾
وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ
جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾
مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾
وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾
أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾

بھی بُلایا اور چُپکے چُپکے بھی سمجھایا ⑨ میں نے
کہا ' اَپنے پالنے والے مالک سے معافی مانگ
لو۔ حقیقتاً وہ بڑا معاف کرنے والا ہے[1] ⑩ وہ
تم پر آسمان سے خُوب خُوب بارشیں برسائے
گا ⑪ اور مال اور اَولاد سے تمھاری مدد بھی
کرے گا ' تمھارے لئے باغ پَیدا کرے گا اور
نہریں بہا دے گا[2] ⑫ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے
کہ تم اللہ کی بڑائی اور عظمت کے قائل ہی
نہیں ہوتے ⑬ حالانکہ اُس نے تمھیں طرح
طرح کی شکلوں سے گزُار گزُار کر بنایا ہے ⑭
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کِس طرح
سات آسمان ایک کے اُوپر ایک ' طبق در
طبق ' پَیدا کئے ⑮ اور اُن میں چاند کو

---

[1] مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرو یعنی گناہ کرنا چھوڑ دو (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۲)
غرض مطلب یہ ہے کہ خدا کی عادت ہی یہ ہے کہ وہ برائیوں اور غلطیوں پر شرمندہ ہو کر معافی مانگنے والوں اور اپنی اصلاح کر لینے والوں کو ہمیشہ معاف کر دیا کرتا ہے (تفسیر کبیر)

***

[2] دین کی طرف بلاتے وقت دنیوی نعمتوں کے ملنے کا وعدہ کرنا ان کو دین کی طرف مائل کرنے کا نفسیاتی طریقہ تھا۔ کیونکہ مخاطبین اتنے بلند نظر نہ تھے کہ حق بات کو صرف اس لئے مان لیتے کہ وہ حق ہے اور نہ وہ آخرت کا پورا تصور کر سکتے تھے۔ اس لئے ان کو یہ بھی بتایا گیا کہ اگر تم خدا کے احکامات پر عمل کرو گے تو تمھیں دنیا کی نعمتیں بھی عطا کی جائیں گی۔ غرض رسولؐ نے سمجھانے کا کوئی طریقہ نہ چھوڑا۔

***

روشنی کا ذریعہ بنایا اور سورج کو چراغ بنایا (۱۶)
اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص اور
عجیب طرح سے نکالا۱؎ (۱۷) پھر وہ تمھیں اسی
زمین میں واپس لے جائے گا اور پھر تمھیں
یکایک خاص طریقے سے باہر نکال لے گا۲؎ (۱۸)
اور (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ) اللہ نے تمھارے
لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا (۱۹) تاکہ تم
اس کے کھلے راستوں پر چلو پھرو۳؎" ع (۲۰)
(آخر کار) نوحؑ نے کہا: "اے میرے
پالنے والے مالک! یہ لوگ میری کوئی بات
نہیں مانتے اور یہ ایسے آدمی کے پیچھے پیچھے
چل کھڑے ہوئے جسے مال اور اولاد کے
ملنے نے اور زیادہ نقصان پہنچایا (یعنی وہ پہلے

ع ۱

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ
سِرَاجًا ﴿۱۶﴾
وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾
ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾
وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾
ع لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾
قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ

۱؎ خدا کا فرمانا کہ "زمین سے نکالا" اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ زمین سے پھل اور سبزیاں نکالیں جس کو انسانوں نے کھایا اور جس سے انسان کا نطفہ بنا اور پھر انسان بنا (فصل الخطاب)

***

۲؎ مطلب یہ ہے کہ حشر کے دن انسان کو پوری طرح زمین سے باہر نکال لیا جائے گا جیسے تم دنیا میں زمین سے پیدا کئے گئے ہو تم کو مرنے کے بعد پھر زمین میں دفن کر دیا جائے گا اور جس طرح پہلے زمین سے نکال لیا تھا، دوبارہ پھر حشر میں زمین سے نکال کر باہر کھڑا کر دیا جائے گا۔ (فصل الخطاب)

***

۳؎ محققین نے نتیجہ نکالا کہ زمین یا درخت کوئی دیوی دیوتا نہیں۔ زمین اور اس میں جو کچھ بھی ہے وہ سب انسان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سامان ہے۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾
وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾
وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا
سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾
وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿٢٤﴾
مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا

ہی سے پاپی تھا، اَب جو مال اولاد ملی تو
بالکل ہی ڈُوب گیا) (۲۱) اور اُنھوں نے (میرے
خلاف) بہت بڑا مکّاریوں کا جال پھیلایا
ہے (۲۲) اور (لوگوں سے) کہہ رکھّا ہے کہ اَپنے
(جھُوٹے) خداؤں کو ہر گز نہ چھوڑنا (اور خاص
طور پر) 'ودّا' 'سُواع' 'یَغوث' 'یَعُوق' اور
'نَسر' (نامی خداؤں) کو تو ہر گز ہر گز نہ چھوڑ
بیٹھنا[1] (۲۳) (غرض) اُنھوں نے بہت سے لوگوں
کو گمُراہ کر رکھّا ہے۔ تو اَب تو اِن ظالموں
کو گمُراہی کے سِوا اور کسی چیز میں ترقّی
نہ عطا فرما' (۲۴)

چنانچہ وہ اَپنے ہی جرُموں کی وجہ سے
ڈُبو دیئے گئے۔ پھر آگ میں جھونک دیئے گئے[2]

---

[1] اصل میں یہ سب نام بڑے نیک آدمیوں کے تھے جو حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیانی زمانے میں ہوئے جب وہ لوگ مر گئے تو لوگوں نے برکت اور یادگار کے طور پر ان کی مورتیاں بنالیں۔ پھر کافی عرصے کے بعد انہیں کی عبادت کرنے لگے (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۲)

اول تو شیطان نے ان کو یہ پڑھایا کہ اپنے بزرگوں کی مورتیاں بناؤ اور پھر ان کو گھروں کے اندر رکھ دو۔ پھر اگلی نسلوں کو شیطان نے پڑھا دیا کہ یہی مورتیاں تمہارے خدا ہیں۔ اس طرح وہ گمراہ ہو کر نوحؑ کی بددعا کے مستحق بنے (تفسیر قمی)

***

[2] معلوم ہوا کہ کافر کے حق میں خدا کی کوئی نعمت، نعمت نہیں ہوتی۔ وہ بالآخر عذاب بن جاتی ہے کیونکہ ہر نعمت اسے خدا سے غافل اور دور کرتی چلی جاتی ہے اور ہر نعمت کے ملنے پر اس کی باطنی خباثتوں یعنی لالچ اور تکبر میں اور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

پھر اُنھوں نے اَپنے لئے اللہ سے بچانے والا
کوئی مددگار نہ پایا[1] ﴿۲۵﴾ پھر نوحؑ نے دُعا کی:
"میرے پالنے والے مالک! اِن کافروں
میں سے کِسی کو بھی زمین پر رہنے بَسنے والا
نہ چھوڑ ﴿۲۶﴾ (کیونکہ) اگر تُو نے اِنھیں چھوڑ دیا"
تو یہ تیرے بَندوں کو گمراہ کریں گے اور اِن
کے ہاں بہت بُرے کام کرنے والے 'فاجر'
اور اَبدی حقیقتوں کا اِنکار کرنے والے 'کافر'
کے سِوا کوئی پَیدا بھی نہ ہوگا[2] ﴿۲۷﴾ اَے پالنے
والے مالک! مجھے 'میرے ماں باپ کو' اور
ہر اُس شخص کو جو اِیمان رکھتے ہوئے میرے
گھر میں داخل ہو' اور تمام اِیماندار مَردوں
اور عورتوں کو اَپنی رحمت سے ڈھک لے

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾
وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ
دَيَّارًا ﴿۲۶﴾
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا
اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾
رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ

---

[1] خدا کا فرمانا کہ "نوح کی قوم والے غرق کر دیئے گئے اور پھر آگ میں ڈال دیئے گئے" یعنی فرعونیوں کی طرح غرق ہوتے ہی ان کو جہنم کی آگ میں بھونک دیا گیا۔ قیامت اور حساب کتاب کا انتظار بھی نہ کیا گیا۔ کیونکہ ان کی حرکتیں نہایت خراب تھیں۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ جہنم کی آگ نہیں بلکہ عالم برزخ کا عذاب ہے۔ (فصل الخطاب)
محققین نے اس آیت سے عذاب قبر اور عالم برزخ کا وجود ثابت کیا ہے۔ (مدارک۔ تفسیر کبیر)

* * *

[2] حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا کہ حضرت نوحؑ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اب کبھی کفر کو نہ چھوڑیں گے؟ آپ نے فرمایا "تم نے پڑھا نہیں کہ حضرت نوحؑ نے اپنی بددعا میں فرمایا "میری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہ لائے گا، سوائے ان کے جو ایمان لاچکے" (سورۂ ہود رکوع ۴ از تفسیر صافی صفحہ ۵۱۴ بحوالہ تفسیر قمی)

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

(یا) معاف کر دے ۔ اور ظالموں کے لئے
ہلاکت اور بربادی کے سوا کسی چیز میں
اضافہ نہ فرما ۲۸ ع
۲ ع ۸ ۱۰

آیات ۲۸ سورۂ جن مکیّ رکوعات ۲

(جنوں کے ایمان لانے کے ذکر والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
(اے نبیؐ) کہئے کہ میری طرف وحی بھیجی گئی
ہے کہ جنوں میں سے کچھ (جنوں) نے (قرآن کو)
توجہ کے ساتھ سُنا تو اُنھوں نے (اپنی قوم
سے جا کر) کہا: "ہم نے ایک بہت عجیب
کلام 'قرآن' سُنا ہے ۱ جو بالکل سیدھے راستے

مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۲۸

اٰيَاتُهَا ۲۸ (۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا
اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۱

پچھلے صفحہ کا بقیہ

حضرت نوحؑ نے اپنے علم وحی سے سمجھ لیا کہ اب کوئی ایمان نہ لائے گا اس لئے جو صاحب وحی نہ ہو اس کو ایسی دعا کرنا جائز نہیں (تھانوی) اس آیت میں زمین سے مراد عراق کی زمین ہے ۔ اس زمانے میں ساری انسانی آبادی صرف عراق میں تھی ۔ لہذا جس نے یہ کہا کہ صرف نوحؑ کی قوم غرق ہوئی تھی اس نے بھی سچ کہا اور جس نے کہا ساری آبادی غرق ہوئی تھی تو اس کا قول بھی صحیح ہے (۔ ماجدی)

***

لہ حضرت نوحؑ کی دعا میں ترتیب پر غور فرمائیں ۔ سب سے پہلے خود اپنے لئے دعا فرمائی ۔ اس کے بعد اپنے ماں باپ کے لئے دعا کی ۔ پھر اپنے ان متعلقین کے بارے میں دعا کی جو مومن تھے ۔ پھر سارے اہل ایمان کے لئے دعا کی ۔

خدا ہمیں بھی اپنے فضل و کرم کے سبب ان کی دعا میں شامل فرمائے ۔ آمین (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

یَهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾
وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾
وَّ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوۡلُ سَفِیۡهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾
وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا ۙ﴿۵﴾

کی طرف ہدایت کرنے والا ہے (اِس لئے) ہم نے اُس کو دل سے مان لیا ہے۔ (لہٰذا) اَب ہم کِسی کو اَپنے پالنے والے مالک کا شریک قرار نہ دیں گے ﴿۲﴾ اور یہ کہ ہمارے پالنے والے مالک کی عظمت اور شان بہت بلند، بہت اعلیٰ اور اَرفع ہے۔ اُس نے نہ تو کِسی کو اَپنی بیوی بنایا ہے اور نہ اُس کے اَولاد ہے[۱] ﴿۳﴾ اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بے وقوف اور نادان لوگ اللہ کے بارے میں بہت غلط بکواس اور بے حقیقت باتیں کہا کرتے ہیں[۲] ﴿۴﴾ اور ہم (غلطی سے) یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اِنسان اور جنّات اللہ کے بارے میں ہرگز کوئی جھُوٹ بول ہی نہیں سکتے ﴿۵﴾

۱؎ جو لوگ مسلمان گھروں میں پیدا ہوتے ہیں وہ اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ مشرکوں نے دیوتاؤں کے ساتھ ان کے بیوی بچوں کا ایک سلسلہ بنا رکھا ہے جو بڑی مہذب قوموں مثلاً اہل مصر، عراق، یونان، چین، ایران اور ہندوستان کے مذاہب میں اب بھی قائم ہے (ماجدی)

ان آیتوں کی شان نزول یہ ہے کہ جناب رسول خدا صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ کچھ جن وہاں سے گزرے وہ قرآن کو سننے کے لئے رک گئے پھر انہوں نے قرآن کی فصاحت و بلاغت پر غور کیا اور اس کی صداقت اور بے مثال انداز بیان کا احساس کیا اس لئے ان کو اس کلام پر سخت تعجب ہوا۔ اور پھر وہ ایمان لے آئے جو ان کے اس بیان سے ظاہر ہے جو وہ اپنی اس قوم کے سامنے جا کر دے رہے ہیں ۔ اور خدا اس کو نقل فرما رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے پیغام کو پہنچانا خدا کو کس قدر پسند ہے۔ (فصل الخطاب)

***

۲؎ بے وقوف سے مراد شیطان ہے۔ (مجمع البیان) اور عام جنات بھی مراد ہو سکتے ہیں جو گمراہی کی باتیں کیا کرتے ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور (کیونکہ) اِنسانوں میں سے کچھ لوگ، جنّوں
میں سے کچھ جنّوں کی پناہ مانگا کرتے تھے،
(اِس لئے) اُنھوں نے اُن جنّوں کے غرور اور
سَرکشی کو اور زیادہ بڑھا دیا (۶) اور یہ کہ اِن
آدمیوں کا بھی تمھاری طرح یہی خیال تھا
کہ اللہ کسی کو پیغامبر بنا کر نہیں بھیجے گا[1] (۷)
اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھُونا چاہا تو دیکھا
کہ وہ پہرہ داروں اور ٹوٹنے والے ستاروں
سے بھرا پڑا ہے[2] (۸) اور یہ کہ پہلے تو ہم
(عالمِ بالا کی باتیں) سُننے کے لئے آسمان میں
بیٹھنے کی کوئی نہ کوئی جگہ پا لیتے تھے۔ لیکن
اَب جو کوئی چھُپ چھُپا کر کچھ سُننے کی کوشش
بھی کرتا ہے تو وہ اَپنی گھات میں ایک ٹوٹا

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ
الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ (۶)
وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ (۷)
وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا
وَّشُهُبًا ۙ (۸)
وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ
الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ (۹)

---

[1] جنوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو غلطی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ اب اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا مگر اب یہ غلط فہمی دور ہو گئی اب قرآن سن کر ہم کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ نے اس زمانے میں بھی ایک رسولؐ بھیجا جو اتنا عجیب و غریب کلام سناتا ہے۔

لیکن بعض مفسرین نے بعث کے لفظ سے یہ مطلب سمجھا کہ ہم یہ سمجھے تھے کہ خدا کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھائے گا (جلالین)۔

لیکن آگے آنے والی آیات کی وجہ سے پہلے مطلب کو ترجیح حاصل ہے۔

***

[2] جنوں کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس رسولؐ کے آنے کی وجہ سے ہی یہ ہوا ہے کہ آسمانوں پر بڑے سخت پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں اور اسی وجہ سے اب ہم آسمانوں کی باتیں نہیں سن سکتے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

سِتارہ لگا ہوا پاتا ہے ⑨ اور ہماری سمجھ میں
یہ نہیں آتا کہ کیا زمین والوں کے ساتھ
کوئی بُرا معاملہ (یعنی) عذاب نازل کرنے
کا اِرادہ کر لیا گیا ہے، یا اُن کے پالنے والے
مالک نے اُنھیں صحیح راستہ دِکھانے کا اِرادہ
(یا اِنتظام) کیا ہے[1] ⑩ اور یہ کہ ہم میں سے
کچھ لوگ (بہت) نیک ہیں اور کچھ کم نیک
ہیں۔ غرض ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے
ہیں ⑪ اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا کہ ہم زمین
پر نہ تو اللہ کو بے بس بنا سکتے ہیں، اور نہ
بھاگ کر اُسے ہَرا سکتے ہیں ⑫ اور یہ کہ جَب
ہم نے صحیح رہنمائی اور ہدایت کی آواز سُنی،
تو ہم نے اُس کو دل سے مان لیا۔ تو اَب

وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ
بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾
وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾
وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾
وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ

---

[1] عرب جنوں کی غیب دانی کے معتقد تھے۔ بتا دیا گیا کہ یہ جن کم علمی میں انسانوں ہی جیسے ہیں۔

جنوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو آسمانوں پر جانے کی غیر معمولی رکاوٹیں محسوس کیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ کیوں کیا گیا ہے؟ کیا زمین پر خدا کی طرف سے کوئی عذاب آنے والا ہے یا زمین پر رہنے والوں کی ہدایت کا کوئی خاص انتظام ہوا ہے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ جنوں کو یہ بات معلوم تھی کہ آسمانوں پر شیاطین کو جانے سے دو وجہ سے روک دیا جاتا ہے (۱) جب آسمان سے کوئی خدا کا عذاب آنے والا ہوتا ہے یا جب کسی نبی کے ذریعے آسمان سے خدا اپنی ہدایتیں نازل فرماتا ہے۔ وہ جن اسی نبی کی تلاش میں نکلے تھے کہ انہوں نے رسول خداؐ سے قرآن سنا اور سمجھ گئے کہ یہی وہ رسولؐ ہیں جو بھیجے گئے ہیں اور انہی کے آنے کی وجہ سے آسمانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

جو کوئی بھی اَپنے پالنے والے مالک کو دِل
سے مان لے گا، اُسے کِسی حق تلفی، ظلم
اور زیادتی، کِسی قِسم کی نا اِنصافی یا اَپنے حق
میں کِسی قسم کی کمی زیادتی کا ڈر نہ ہو گا[1] (۱۳) اور یہ
کہ ہم میں سے کچھ مُسلمان (یعنی اللہ کی اِطاعت
کرنے والے ہیں اور کچھ سیدھے راستے سے ہَٹے
ہوئے ہیں۔ تو جنھوں نے اِسلام (یعنی خدا و
رسولؐ کی) اِطاعت کا راستہ اختیار کر لیا، تو
اُنھوں نے نجات کا صحیح راستہ ڈھونڈ لیا (۱۴)
اَب جو سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، وہ
جہنّم کا ایندھن بننے والے ہیں (۱۵) اور یہ کہ
اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر ثابت قدم رہتے،
تو ہم اُنھیں خُوب اچھی بارش[2] سے اچھّی طرح

فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا (۱۳)
وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ
فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (۱۴)
وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۱۵)
وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا (۱۶)

---

[1] محققین نے یہ سبق اخذ کیا کہ خدا کے ہاں کسی قسم کی بھول چوک ظلم و زیادتی، سہو و نسیان کا ذرہ برابر کوئی امکان نہیں۔ (ماجدی)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ جنوں کی طرح اگر مکے والے آدمی بھی ایمان لے آتے تو ہم ان کو بھی سیراب کر دیتے (جلالین۔ شاہ رفیع الدین)

کہا جاتا ہے اس سے پہلے کئی سال تک مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا۔ اب مکے والوں سے وعدہ کیا جا رہا ہے کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو ان پر روزی کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پھر اگلی آیت میں بتلایا گیا کہ بارش کے برسانے کے بعد ہمیں انکا یہ امتحان لینا ہے کہ خدا کو یاد رکھتے ہیں کہ نہیں یعنی خدا کی دی ہوئی روزی کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں یا خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

سیراب کرتے ⑯ تاکہ اِس نِعمت کے ذریعہ
سے اُن کا اِمتحان لیں۔ تو اَب جو کوئی اَپنے
پالنے والے مالک کی یاد سے اَپنا مُنہ موڑے
گا، تو (اُس کا مالک) اُسے اَیسے سخت عذاب
میں داخل کرے گا جو بڑھتا ہی چلا جائے گا ⑰
اور یہ کہ سجدہ کے مقامات اللہ کے ساتھ مخصوص
ہیں (یا) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔
پس اللہ کے ساتھ کِسی کو خدا نہ کہو[ا] ⑱ مگر یہ
کہ جب بھی 'عبداللہ' اللہ کا بندہ (مُرادرسولِ
خدا) اللہ کا نام پُکارتا ہوا کھڑا ہوا، تو (کافر)
لوگ اُس پر ٹوُٹ پڑنے کے لئے تیّار ہو جاتے
ہیں[۲] ⑲ آپؐ کہتے کہ "میں تو اَپنے پالنے والے
مالک کو پُکارتا ہوں، اور اُس کے ساتھ کِسی

ع ١٩ / ١

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ
عَذَابًا صَعَدًا ⑰
وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ⑱
وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ⑲
قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ⑳

[ا] آیت میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ یہ بات بالکل جائز نہیں کہ عبادت کا کچھ حصہ تو خدا کے لئے ہو اور کچھ دوسرے کے لئے اور اعضا سے یہاں مراد اعضائے سجدہ ہیں۔ (معالم ۔ ابن کثیر ۔ راغب)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "مساجد" سے مراد وہ اعضا ہیں جو سجدے کی حالت میں زمین پر ٹکتے ہیں یعنی چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے انگوٹھے۔ (تفسیر صافی صفحہ ٥١٣ بحوالہ من لایحضرہ فقیہہ)

***

[۲] عبداللہ سے مراد جناب رسولؐ خدا ہیں (تفسیر صافی صفحہ ٥١٣)

ٹوٹ پڑنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں (ا) قرآن سننے کے ذوق وشوق میں ٹوٹے پڑنا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب رسولؐ قرآن پڑھتے تو کے والے ان کو ستانے کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے ۔ ان کو اس کی سزا ملے گی (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿٢١﴾
قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ
مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾
اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿٢٣﴾

کو شریک نہیں کرتا" (٢٠) کہئے کہ "میں نہ تو تمھیں کوئی نقصان پہنچانے پر قابو رکھتا ہوں' اور نہ تمھیں سیدھے راستے پر چلنے پر مجبور کرنے کا اِختیار رکھتا ہوں" (٢١) کہئے کہ مجھے اللہ کی پکڑ سے کوئی دُوسرا نہیں بچا سکتا' اور میں اُسے چھوڑ کر کوئی پناہ حاصل کرنے کی جگہ تک نہیں پا سکتا (٢٢) میرا کام اِس کے سِوا کچھ نہیں ہے کہ میں اللہ کی بات اور اُس کے پیغامات پہنچا دُوں[لے]۔ اَب جو بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی بات نہ مانے گا' اُس کے لئے جہنّم کی آگ ہے' جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (٢٣)

(غرض یہ لوگ نہ مانیں گے) یہاں تک کہ

لے پہلی آیت میں توحید کامل کی تعلیم دی گئی ہے اور اس آیت میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ تم مجھ کو ہی کہیں مسجود و معبود خدا نہ سمجھ لینا کیونکہ غالیوں نے بت شکن کو بت بنا کر چھوڑا۔ (ماجدی)

مطلب یہ ہے کہ اے مکے والو! آخر تمہیں مجھ پر اتنا غصہ کیوں آتا ہے؟ میں تو ایک پیغمبر ہوں جس کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا کا پیغام پہنچا دے تمہارا نفع نقصان میرے ہاتھ میں نہیں ہے میں تو خود اپنے نفع نقصان پر قدرت نہیں رکھتا۔ ساری تعریف تو خدائے واحد کے لئے ہے میں تو اس فریضے کو ادا کر رہا ہوں جو مجھ پر واجب کیا گیا ہے اور میں ایسا کرنے کا پابند ہوں اگر میں یہ فریضہ ادا نہ کروں تو مجھے اس کی سزا ملے گی۔ اس لئے کہ میں تو خود اس خدائے واحد کا ایک بندہ ہوں اگر میں خدا کے پیغام کو نہ پہنچاؤں تو خدا کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ اب جو میری بات نہ مانے گا اور میرے لائے ہوئے خدا کے پیغام کو قبول نہ کرے گا اس کا انجام دوزخ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ اَضۡعَفُ
نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾
قُلۡ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ یَجۡعَلُ لَہٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾
عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾
اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ
یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

جب یہ لوگ اُس چیز (مُراد قیامت) کو دیکھ لیں گے جس کا اِن سے وعدہ کیا جا رہا ہے، تب اِنھیں پتہ چل جائے گا کہ کِس کے مددگار بہت کمزور ہیں، اور کِس کے ساتھیوں کی تعداد بہت کم ہے (۲۴) کہہ دیجئے کہ "مجھے خبر نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب آچکی ہے، یا میرا پالنے والا مالک اُس کے لئے کوئی لمبی مُدّت قرار دے گا ۱ے (۲۵) وہی 'غیب' کا جاننے والا ہے، وہ اَپنے غیب کو کِسی پر ظاہر نہیں کرتا ۲ے (۲۶) سِوا اُس رسولؐ کے جِسے اُس نے پسند اور مُنتخب کر لیا ہے ۳ے تو وہ اُس (رسولؐ) کے آگے اور پیچھے پہرے دار اور محافظ لگا دیتا

۱ے مطلب یہ ہے کہ قیامت کا آنا بالکل یقینی بات ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ (ماجدی)

***

۲ے مراد اسرار خاص اور اسرار شرعی ہیں کائنات کی تخلیق کے راز مقصود نہیں۔

البتہ محققین نے کہا کہ اولیاء امت پر جو انبیاء کا سایہ اور پیروی کرنے والے ہوتے ہیں ان پر بھی اسرار خاص اور اسرار شرعی منکشف ہوتے ہیں مگر انبیاء کے واسطے سے (ماجدی)

***

۳ے جناب امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا وہ رسولؐ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مرتضیٰ کہا یعنی خدا ان سے خوش ہوا اور ان کو چنا اور ہم ان کے وارث ہیں جن کو خدا نے لپنے غیب میں سے جتنا چاہا بتایا۔ پس جو کچھ بھی ہو چکا ہے ہم اسے بھی جانتے ہیں اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۳ والخرائجؔ الجرائحؔ بروایت امام علی رضاؑ)

***

www.drhasanrizvi.org

ہے ﴿۲۷﴾ تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُنھوں نے اَپنے
پالنے والے مالک کے پیغاموں کو پہنچا دیا۔
اور (ویسے بھی) وہ اُنھیں چاروں طرف سے
گھیرے ہوئے ہے، اور اُس نے ایک ایک چیز
کو گِن رکھّا ہے (یا) وہ ہر چیز کی تعداد کو
ع ۲ ۹ ۱۲ پُوری پُوری طرح جانتا ہے[لہ] ﴿۲۸﴾ ع

آیات ۲۰ سورۂ مزمّل مکّی رکوعات ۲

(چادر لپیٹنے والے (رسولؐ) کے بیان والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
اَے کپڑے اور چادر اوڑھ لپیٹ کر سونے
والے[ٹہ]! ﴿۱﴾ رات کو نماز میں کھڑے رہا کریں،

لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا
لَدَيْهِمْ وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

آیاتہا ۲۰ (۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾
قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾

لہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ قیامت کے وقت کا جاننا علوم نبوت میں سے نہیں اس لئے رسولؐ کو اس کا علم نہ ہونا آپؐ کے نبوت کے دعوے پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ خدا جن علوم کو ضروری سمجھتا ہے انبیاء کو عطا فرماتا ہے اور انبیاء سے اس علم کے سلسلے میں کبھی کوئی غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ جزئیات سے کلیات اور جزوی باتوں سے اصولی باتوں تک پہنچ جانا قرآن کا اسلوب بیان ہے۔ (ماجدی)

* * *

ٹہ ہمارے رسولؐ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ خدا نے اور رسولوںؑ کو نام لے کر پکارا ہے مثلاً "یا آدمؑ" "یا ابراہیمؑ" لیکن جب ہمارے رسولؐ کو پکارا تو زیادہ تر آپ کے منصب کا نام لے کر پکارا جیسے اے نبیؐ، اے رسولؐ اور جب بے تکلفی اور محبت سے پکارا تو "اے کپڑوں کو لپیٹ کر لیٹنے والے۔ اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے کہا۔ (مجمع البیان)

* * *

www.drhasanrizvi.org

نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾
اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾
اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾
اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾
اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾

مگر کم ﴿۲﴾ آدھی رات، یا اِس سے بھی کچھ کم
کر لیا کیجئے ﴿۳﴾ یا اِس سے کچھ زیادہ بڑھا لیجئے۔
اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر، پُوری طرح
واضح کر کر کے پڑھا کیجئے[1] ﴿۴﴾ بہت جلد ہم آپؐ
پر ایک بھاری (عظیم) کلام اُتارنے والے ہیں ﴿۵﴾
حقیقت یہ ہے کہ رات کا اُٹھنا نفس پر قابُو
پانے کے لئے بہت کارگر اور مؤثر بھی ہوتا
ہے اور قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھنے کے لئے
زیادہ موزوں بھی (یا) کلام کو زیادہ مضبوط
بنانے کا سبب ہوتا ہے[2] ﴿۶﴾ حقیقتاً دن میں آپؐ
کے لئے بہت سی مصروفیات ہیں ﴿۷﴾ (اس
لئے رات کو) اَپنے پالنے والے مالک کو یاد
کیا کیجئے اور (اُس وقت) سَب سے کٹ کر

---

[1] ترتیل کے معنیٰ ہر ہر لفظ کو منہ سے صاف صاف ادا کرنا ہوتا ہے۔ (راغب)

قرآن کو رک رک کر آہستہ آہستہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو واضح اور صاف طور پر پڑھا کرو۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۱۱۰)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو اس طرح پڑھو کہ سننے والوں کو ایک ایک لفظ صاف صاف سنائی دے اور سمجھ میں آجائے۔ (جصاص)

***

[2] رات کے سناٹے میں ذکر و عبادت میں دل زیادہ لگتا ہے تلاوت کرنے میں کہیں زیادہ لطف آتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ آپ آدھی رات یا اس سے کم وقت نمازوں میں گزاریں تاکہ امت کو خدا سے لو لگانے کا شوق ہو۔ سارے فقہا متفق ہیں کہ ہمارے لئے نمازِ شب واجب نہیں مگر اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ (جصاص، بحر، فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

اُسی کے ہو رہا کیجئے (یا) اُسی کی طرف پُوری
لَو لگائے رکھئے[1] ⑧ (کیونکہ) وہی مشرق اور مغرب
کا مالک ہے۔ اُس کے سِوا کوئی خدا نہیں۔ لہٰذا
اُسی کو اَپنا وکیل بنائیے (یعنی) اُسی پر مکمّل
بھروسہ کیجئے اور اَپنے تمام معاملات اُسی
کے سپُرد کر دیجئے ⑨ اور وہ لوگ جو (اُلٹی
سیدھی) باتیں بنا رہے ہیں اُن پر صبر کیا
کیجئے اور بہت اَچھّے طریقے اور شرافت کے
ساتھ اُن سے الگ ہو جائیے[2] ⑩ اور اِن جُھٹلانے
والے دَولت مَندوں سے نمٹ لینے کا کام
مجھ پر چھوڑ دیجئے، بس اُنھیں تھوڑی سی
مہلت دے دیجئے ⑪ (اِن کے لئے) ہمارے
پاس حقیقتاً بھاری بیڑیاں ہیں، اور

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ⑧
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ
وَكِيْلًا ⑨
وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ⑩
وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ
قَلِيْلًا ⑪
اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ⑫

[1] خدا سے لو لگائے رکھنے میں نماز، قرآن کی تلاوت، علوم دین اور اسرار کائنات کو جاننا بھی شامل ہے۔ (مدارک)

***

[2] خدا کا فرمانا کہ مناسب اور اچھے طریقے سے ان سے الگ ہو جائیے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو دین حق کی طرف بلانا ہی چھوڑ دیجئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی بدزبانیوں اور بد معاشیوں کی پرواہ نہ کیجئے کچھ دن ان کو مہلت دے دیجئے۔ آپ اپنا کام کرتے رہیئے۔ ان کی سزا میں جلدی نہ کیجئے جب وقت آئے گا تو میں خود ان سے خوب اچھی طرح نمٹ لوں گا۔ (فصل الخطاب)

غرض آیت کا پیغام یہ ہے کہ جو لوگ حق بات کو کسی طرح سے نہ مانیں ان سے تعلقات ضرور توڑ لئے جائیں مگر نفرت اور حقارت کے ساتھ نہیں بلکہ خیرخواہی کے ساتھ۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾
يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ
كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾
اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ
اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾
فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾
فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ
شِيْبًا ﴿۱۷﴾

بھڑکتی دہکتی آگ ہے ⑫ اور گلے میں پھنس کر رُک جانے والا کھانا ہے، اور سخت تکلیف دینے والی سزا ہے ⑬ (یہ سب) اُس دن (ہوگا) جب زمین اور پہاڑ کانپ رہے ہوں گے، اور (بڑے بڑے) پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے ڈھیر ہوں، جو بکھرے ہی چلے جا رہے ہیں[1] ⑭

ہم نے تمھاری طرف ایک رسولؐ تم پر گواہ (نگراں) بنا کر بھیجا ہے، جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسولؑ بھیجا تھا ⑮ فرعون نے اُس رسولؑ کا کہنا نہ مانا، تو ہم نے اُسے بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا ⑯ تو تم اُس دن کیسے بچ سکو گے جو دِن

[1] ان آیتوں کا پیغام یہ ہے کہ یوں تو اگر خدا چاہے تو دنیا ہی میں منکرین حق پر عذاب آسکتا ہے لیکن اگر پوری دنیا کی عمر اور مہلت بھی ختم کردی جائے تب بھی یہ نہ سمجھ لینا کہ تم عذاب سے بچ گئے۔ کیونکہ تمہارے لئے اس دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد آخرت کا عذاب خدا کے پاس تیار ہے۔ تم بہر حال خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتے ۔ (فصل الخطاب)

اندازہ فرمائیں کہ یہ بات ایک ایسی قوم کے سامنے کہی جا رہی ہے جو آخرت و حشر و نشر اور قیامت کو ایک مذاق سے زیادہ نہیں سمجھتی اور تصور آخرت کو اپنی روشن خیالی کے ماتھے پر ایک داغ سمجھتی ہے۔ (ماجدی)

***

بچوّں کو بُوڑھا کر دے گا (یعنی سخت تکلیف دِہ
اور پریشان کرنے والا دِن ہوگا)[1] ﴿١٧﴾ اور
جِس کی سختی سے آسمان تک پھٹا جا رہا ہوگا۔
اور یہ اُس کا وعدہ ہے جو ضرور پُورا ہوکر
ہی رہے گا ﴿١٨﴾ حقیقتاً یہ (قرآن) ایک بہت بڑی
نصیحت ہے (یعنی) تمہاری بھلائی چاہتا ہے۔
تو اَب جو چاہے وہ اَپنے پالنے والے مالک
کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرلے[2] ﴿١٩﴾ ع ١ ١٩ ١٤
حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کا پالنے والا مالک
خُوب جانتا ہے کہ آپؐ تقریباً کبھی دوتہائی
رات اور کبھی آدھی رات، اور کبھی ایک
تہائی رات نمازمیں کھڑے رہتے ہیں۔ اور
اُن میں سے بھی ایک گروہ اَیسا ہی کرتا ہے،

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿١٨﴾
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ
سَبِيْلًا ﴿١٩﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ
وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ

[1] عربوں کا آج کی مغربی دنیا کی طرح سب سے بڑا روگ آخرت فراموشی بلکہ آخرت کا انکار تھا اس لئے مکی آیتوں میں اس عقیدے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

عربی میں یہ کہنا کہ جو بچوں کو بوڑھا کر دے انتہائی سختی اور شدت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے اور خدا کا یہ فرمانا کہ "آسمان قیامت کے دن کی سختی کے سبب پھٹ جائے گا" تو اس آیت میں "ب" کا لفظ سبب کو بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ (مدارک۔ ابن کثیر)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ قرآن ہدایت کا سامان تو سب کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ صرف اور صرف وہی لوگ اٹھائیں گے جو اس سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کریں گے۔

متکلمین نے اس آیت سے یہ سبق سمجھا کہ انسان اپنے کسب افعال پر قادر اور مختار ہے۔

صوفیاء نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ ایسا سالک جو خدا یا آخرت کا طالب ہو کبھی محروم نہیں رکھا جاتا۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

جو آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ ہی رات اور دِن
کے اَوقات کا حِساب رکھتا ہے۔ اُسے معلوم
ہے کہ تم لوگ اَوقات پر پُوری طرح حاوی
نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اُس نے تم پر مہربانی
فرمائی۔ تو اَب قرآن پڑھو جتنا آسانی کے
ساتھ مُمکن ہو (یا) اب جتنا قرآن آسانی
سے پڑھ سکتے ہو، اُتنا پڑھ لیا کرو[۱]۔ (کیونکہ
اُسے معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ تو بیمار ہو
جاتے ہیں، اور کچھ دُوسرے لوگ سفر میں
اللہ کے فضل و کرم (مُراد روزی) کو تلاش
کرتے ہیں[۲]۔ اور کچھ دُوسرے لوگ اللہ کی
راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ لہٰذا جتنا قرآن
آسانی سے پڑھا جا سکے، اُتنا پڑھ لیا کرو[۳]۔

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۚ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ

[۱] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ان آیتوں کے اترنے سے پہلے لوگ راتوں کو عبادت کرتے تھے انہیں پتہ نہ لگتا تھا کہ آدھی رات کب ہوئی اور دو تہائی رات کب ہوئی۔ تو اس خوف سے کہ کہیں وہ وقت فوت نہ ہو جائے لوگ رات بھر عبادت کرتے رہتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "خدا نے جان لیا کہ تم ہرگز رات کے اوقات کا شمار نہ رکھ سکو گے۔ پھر وہ تم پر مہربان ہوا پس قرآن میں سے جو تمہیں آسانی سے میسر آئے وہ پڑھ لیا کرو (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۴ بحوالہ تفسیر قمی)۔

***

[۲] اور یہاں فضلِ خدا کے تلاش کرنے سے مراد تجارت اور تحصیل علم کے لئے سفر کرنا ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۵)

***

[۳] محققین نے لکھا کہ ان آیتوں سے بداء کا قانون ثابت ہو گیا۔ یعنی خدا کو ہر بات کا ازل سے علم ہے لیکن خدا کے علم کے تقاضے کا ظاہر ہونا اور بات ہے۔ خدا کے علم کے تقاضوں کو ظاہر ہونے میں ہمیں

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ
قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ
تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ
ع ۲ ۱۴ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۲۰

اور نماز کو پابندی کے ساتھ اَدا کرتے رہو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو، اور اللہ کو اَچّھا قرضہ دیتے رہو۔ (اِس لئے کہ) جو کچھ بھلائی کا ذخیرہ تم اَپنے لئے آگے بھیج دو گے، اُسے اللہ کے پاس موجُود پاؤ گے۔ وہی (تمھارے لئے) سب سے زیادہ اَچّھا ہے (کیونکہ) اُس کا اَجر بہت زیادہ ہے۔ اور (اِس لئے) اللہ سے معافی مانگتے رہا کرو۔ حقیقتاً اللہ بہت معاف کرنے والا، اَپنی رحمتوں میں ڈھک لینے والا، اور بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ع ۲۰ ۲ ۱۴

پچھلے صفحہ کا بقیہ

ایسا لگتا ہے کہ تبدیلی واقع ہو گئی لیکن خدا کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا ہے کہ بعد میں یہ تبدیلی کی جائے گی۔ مگر مصلحت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک حکم دیا جائے اور اب مصلحت اور حکمت کچھ بھی ہو۔ کبھی کبھی امتحان لینے کے لئے کوئی حکم دیا جاتا ہے پھر بعد میں خدا کی مصلحت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ حکم میں تخفیف کر دی جائے۔ غرض اس قسم کے خدائی احکامات میں تبدیلی کو بداء کا قانون کہتے ہیں۔

اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے حکم جہاد تھا اب اس حکم میں وسعت پیدا کی گئی پہلے جہاد کا تصور صرف چمکتی ہوئی تلواروں سے وابستہ تھا اب جہاد کے تصور میں (۱) فرض نمازوں کو بلا ناغہ ادا کرنا (۲) نمازِ شب کو پابندی سے ادا کرنا (۳) زکوٰۃ کو ادا کرنا (۴) اچھے کاموں میں جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن ہو خرچ کرنے کا تصور بھی شامل کر دیا گیا۔ (فصل الخطاب)

***

آیات ۵۶ سورۂ مدثر مکی رکوعات ۲

(چادر اوڑھ کر لیٹنے والے (رسولؐ) کے بیان والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے! (۱) اُٹھیے
اور (لوگوں کو بُرے کاموں کے بُرے انجام سے
ڈرائیے (یعنی غافلوں کو خدا کی طرف بُلائیے)[۱] (۲)
اور اپنے پالنے والے مالک کی بڑائی کا چرچا
کیجیے[۲] (۳) اور اپنے کپڑے پاک رکھیے[۳] (۴) اور
گندگی یا نجاست سے بچتے رہیے (۵) اور زیادہ
فائدہ حاصل کرنے کے لئے اِحسان نہ کیا کیجیے
(یعنی کِسی[۱] سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے

ایاتہا (۵۶) (۷۴) سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتہا (۲)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (۱)
قُمْ فَاَنْذِرْ (۲)
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (۳)
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۴)
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۵)

---

[۱] جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "میں غار حرا میں تھا کہ مجھے آواز دی گئی۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہیں آئی تو میں نے اوپر کی طرف دیکھا تو آسمان اور زمین کے درمیان ایک فرشتے کو تخت پر بیٹھے دیکھا۔ میں خدیجہؑ کے پاس لوٹ آیا اور کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا "اے کپڑا اوڑھنے والے رسولؐ! اٹھ کھڑے ہو اور لوگوں کو خدا کے خوف سے ڈراؤ اور اپنے پالنے والے مالک کی بڑائی بیان کرو۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۵ بحوالہ تفسیر قمی مجمع البیان)

***

[۲] خدا کا یہ فرمانا کہ اپنے پالنے والے مالک کی بڑائی کا اعلان کیجیے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بتوں کو پوج رہے ہیں انہیں بتائیے کہ ان بتوں میں کوئی بڑائی نہیں ہے ساری بڑائیاں بزرگیاں خدا کے لئے ہیں تمہارے ذہن میں کسی کیلئے جو بڑائی کا

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

لئے اُس کے ساتھ نیکی نہ کیجئے" بلکہ بے غرض
اللہ کے لئے نیکی کیجئے) (یا) یہ[2] کہ لوگوں پر
اِحسان نہ جتائیے۔ اور اپنی نِگاہ میں اپنے
اَچھّے کام کو کبھی زیادہ نہ سمجھئے[1] ⑥ اور اپنے پالنے
والے مالک کی خاطر صبر و برداشت سے کام
لیجئے[2] ⑦
(کیونکہ) جب صُور پھُونکا جائے گا ⑧ تو
وہ دِن بڑا ہی سخت دِن ہو گا ⑨ حق کے
مُنکر "کافروں" پر وہ کوئی معمولی یا ہلکا
(دِن) نہ ہو گا ⑩ (خُوب اَچھّی طرح سے نِمٹنے
کے لئے) مجھے اور اُس شخص کو چھوڑ دو جِسے
میں نے بالکل اکیلا پَیدا کیا ⑪ پھر اُس کو
بہت سا پھَیلا ہوا مال دیا ⑫ نیز اُس کو

وَلَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَكۡثِرُ ⑥
وَلِرَبِّكَ فَاصۡبِرۡ ⑦
فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوۡرِ ⑧
فَذٰلِكَ يَوۡمَئِذٍ يَّوۡمٌ عَسِيۡرٌ ⑨
عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ غَيۡرُ يَسِيۡرٍ ⑩
ذَرۡنِىۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِيۡدًا ⑪
وَّجَعَلۡتُ لَهٗ مَالًا مَّمۡدُوۡدًا ⑫

پچھلے صفحہ کا بقیہ

تصور ہے اس تصور سے بھی بڑی ذات خدا کی ہے اسی لئے خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کس سے بڑا ہے اگر ایسا ہوتا تو اس کی عظمت محدود ہو جاتی (فصل الخطاب)

***

۳ عربی محاورے میں کپڑے پاک رکھیئے کا مطلب اپنے دامن کو ہر طرح کی برائی کے داغ سے پاک صاف رکھنا ہوتا ہے۔ (ابن کثیر، روح، راغب، جصاص، مدارک، معالم، تفسیر کبیر)

***

۱ علماء اخلاق نے یہ سبق اخذ کیا کہ اپنے اعمال کو بہت زیادہ سمجھنا اور ان کے بدلے لوگوں سے تعریف سننے کی آس لگانا شریعت کے خلاف اور قطعاً ناجائز ہے۔

***

۲ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ صرف ظاہری طہارت کافی نہیں اصل طہارت نفس

باقی اگلے صفحہ پر

www.drhasanrizvi.org

بیٹے بھی دئے جو ہر وقت اُس کی خدمت
میں حاضر رہتے ہیں (۱۳) پھر ہر طرح کی
آسانیوں اور آسائشوں کا سامان بھی فراہم
کر دیا (یا) اُس کے لئے حکومت اور اقتدار
کی راہ بھی ہموار کر دی (۱۴) اس پر بھی وہ
لالچ رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دُوں (۱۵)
ہرگز نہیں۔ وہ ہماری باتوں، دلیلوں،
نشانیوں اور آیتوں سے جان بُوجھ کر دُشمنی
کرتا ہے (۱۶) تو میں اُسے بہت جلد ایک
سخت چڑھائی پر چڑھاؤں گا (یعنی) عنقریب
اُسے بہت سخت سزا کے راستے پر لے
جاؤں گا (۱۷)
اُس (ولید کم بخت) نے سوچا اور اندازہ

وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ﴿۱۳﴾
وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ﴿۱۴﴾
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ﴿۱۵﴾
كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ﴿۱۶﴾
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾
اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾

پچھلے صفحہ کا بقیہ

قلب دل و نگاہ اخلاق و عمل کی طہارت ہوتی ہے کیونکہ ان کی طہارت کے لئے کافی زحمت، شدائد و مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں اس لئے آخر میں صبر و برداشت سے کام لینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ صبر سے مراد گردن جھکانا نہیں ہے بلکہ ثبات قدم اور استقلال کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

بقول غالب

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

حاصل کلام یہ ہے کہ راہ حق میں اللہ کی خوشی اور رضامندی حاصل کرنے کے لئے صبر و برداشت سے کام لیجئے (معالم ابن کثیر) اور زجر سے مراد بت بھی ہیں اور شرک کرنا بھی (قاموس۔ لسان)

***

www.drhasanrizvi.org

کیا (کہ کیا بات کہے) ⑱ اُس پر خدا کی مار
ہو کہ اُس نے کیسا غضب کا اَندازہ کیا ⑲
ہاں، پھر خدا کی مار ہو اُس پر، کہ اُس نے
کیسا بُرا اَندازہ کر کے کیسی بات بنانے کی کوشش
کی ⑳ پھر اُس نے غور سے (لوگوں کو) دیکھا ㉑
پھر اُس نے اَپنا مُنہ بنا کر سُکیڑا اور نفرت بھری
صُورت بنائی ㉒ پھر پیٹھ پھیر کر پَلٹا اور اَپنے
آپ کو بہت بڑی چیز سمجھا ㉓ پھر بولا کہ
"یہ (قرآن) تو صِرف ایک جادُو ہے، وہ
بھی لوگوں سے سُنا سُنایا ہوا ㉔ یہ تو بس
ایک اِنسانی کلام ہے"[۱] ㉕
بہت جلد ہی میں اُسے جہنّم میں جھونک
دوں گا ㉖ اور تم کیا جانو کہ جہنّم کیا چیز

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑲
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ⑳
ثُمَّ نَظَرَ ㉑
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒
ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ㉓
فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ㉔
إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕
سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ㉖

---

[۱] آیت کے ظاہری الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ کسی خاص شخص کا ذکر ہو رہا ہے۔ علامہ طبرسیؒ نے لکھا کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے مسئلہ درپیش یہ تھا کہ حج کا زمانہ آرہا ہے۔ تمام قبیلے کے لوگ مکہ آئیں گے کیا کیا جائے کہ جناب رسولؐ خدا کی تبلیغ کا لوگوں پر اثر نہ ہو۔ بہت زیادہ غور و خوض کے بعد لوگوں نے کہا اچھا تو پھر ہم اس کو جادوگر کہا کریں گے ولید نے پوچھا کیوں؟ لوگوں نے کہا کہ اس لئے کہ وہ دوستوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیتا ہے۔ عزیزوں کو عزیزوں سے چھڑا دیتا ہے اور یہ کام جادوگر ہی کر سکتے ہیں اس پر ولید بولا یہ ٹھیک ہے۔ اب سب لوگ مل کر اس کو جادوگر مشہور کر دو۔ اب جو بھی رسولؐ سے ملتا آپؐ کو جادوگر کہہ کر خطاب کرتا اس بناء پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (مجمع البیان۔ سیرت ہشام)

***

www.drhasanrizvi.org

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾
لَا تُبْقِىْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾
وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا
عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ
فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

ہوتی ہے؟ ﴿۲۷﴾ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے[1] ﴿۲۸﴾
اِنسان کی کھال کو جلا (جَلا) کر کالا کر دینے
والی ﴿۲۹﴾ اُس پر اُنیس[19] کام کرنے والے مقرّر
ہیں ﴿۳۰﴾ ہم نے صِرف فرشتوں کو جہنّم پر کام
کرنے والا بنایا ہے[2]۔ اور اُن کی تعداد کو
کافروں کے اِمتحان لینے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔
تاکہ جِنھیں پہلے کِتاب دی جا چکی ہے اُنھیں
(اِس قرآن اور نبیؐ کی سچّائی پر) یقین آ
جائے۔ اور جو (اِس پر) اِیمان لا چکے ہیں
اُن کے اِیمان میں اور اِضافہ ہو جائے۔ اور
تاکہ اہلِ کِتاب اور مومنین کِسی قِسم کے شک
میں نہ رہیں۔ اور دل کی بیماری رکھنے والے
(منافق) اور حق کے مُنکر (کافر) یہ کہیں کہ

---

[1] جہنم کی یہ صفت کہ وہ رحم نہیں کرتی اور نہیں چھوڑتی کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنیوں کو طرح طرح کی اذیتیں تکلیفیں اور سزائیں دیئے بغیر نہیں چھوڑتی (مجمع البیان)

***

[2]۔ مطلب یہ ہے دوزخ کے کارندے انسان نہیں فرشتے ہوں گے جو ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے پاک ہیں اور خدا کے حکم کو پورا کرنے کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ مفسرین نے لکھا کہ کیونکہ عقائد کی تعداد بھی انیس (19) ہے مثلاً (توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت۔ فرشتے عالم کا فانی ہونا۔ شفاعت، منکر ونکیر کا آنا وغیرہ وغیرہ) اس لئے ممکن ہے کہ ان انیس باتوں کو نہ ماننے پر جہنم پر انیس فرشتے معین کئے گئے ہوں یا ممکن ہے کہ انسان میں جہنم کی آگ کو بھڑکانے والی انیس رنگ کی صلاحیتیں موجود ہوں (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا
ع هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾
كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾
وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾
وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾
اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾

آخر اللہ کا ایسی عجیب بات کہنے کا کیا مطلب ہے؟ اِس طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیا کرتا ہے[1]، اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔ اور تمھارے پالنے والے مالک کے لشکروں کو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس (جہنّم) کا ذکر اس کے سوا اور کسی غرض سے نہیں کیا گیا کہ انسان ہوش میں آکر سوچے سمجھے اور سبق لے ﴿٣١﴾ ع ہرگز نہیں (یعنی جہنم کوئی ہوائی بات نہیں ہے جس کا احمقوں کی طرح مذاق اُڑایا جائے)[2] قسم ہے چاند کی ﴿٣٢﴾ اور رات کی جب وہ پیٹھ پھرا کر چلی جاتی ہے ﴿٣٣﴾ اور صُبح کی جب وہ چمکتی ہے[3] ﴿٣٤﴾ کہ یہ (جہنّم) بہت ہی بڑی چیزوں میں سے ایک

ع ١/٣١/١٥

[1] اصل میں خدا نہیں چاہتا کہ کوئی گمراہ ہو۔ مگر جب امتحان لیتا ہے تو گمراہوں کی گمراہی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اور کیونکہ وہ حق کی طلب ہی اپنے اندر پیدا نہیں کرتے اس لئے خدا ان کو ان کی گمراہیوں میں چھوڑ دیا کرتا ہے۔ (فصل الخطاب۔ ماجدی)

***

[2] کیونکہ ذکر جہنم کا ہو رہا تھا اور یہ سب مذاق جہنم کا اڑایا جا رہا تھا۔ اس لئے "ہرگز نہیں" کا تعلق اسی مذاق کے ساتھ ہے اور پھر یہ فرمانا کہ "یہ بڑی چیز ہے"۔ اسی جہنم کی شدت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو مذاق کر کے ٹالا نہیں جا سکتا۔

***

[3] رات سے حقائق کے چھپے رہنے کی طرف اشارہ ہے اور دن سے مراد حقائق کا روشن ہو جانا بھی ہے۔ اس دنیا کا ختم ہو جانا رات گزر جانے کی طرح ہے۔ اور آخرت کا ظاہر ہونا صبح کے نمودار ہونے کی طرح ہے۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

چیز ہے (۳۵) یہ اِنسانوں کے لئے سخت ڈراوا ہے (۳۶) اَب تم میں سے جو چاہے وہ (نیکیوں کی طرف) آگے بڑھے' یا پیچھے رہ جائے[1] (۳۷) (کیونکہ ہر شخص اَپنے کاموں کی کمائی کے بَدلے رہن رکھّا ہوا ہے (یعنی ہر شخص کے اَچھے یا بُرے انجام کا دارومدار خود اُس کے اَپنے کاموں پر ہے) (۳۸) داہنی طرف والوں کے سِوا (۳۹) جو جَنّتوں کے گھنے سرسبز و شاداب باغوں میں پوچھ رہے ہوں گے' (۴۰) مجرموں سے (۴۱) کہ تمھیں کیا چیز جہنّم میں لے گئی ؟ (۴۲) مجُرم کہیں گے : "ہم[1] نمازیوں میں شامل نہ تھے (۴۳) اور غریب[2] مسکین کو کھانا نہیں کِھلاتے تھے (۴۴) اور حق[3] کے خلاف بے ہودہ باتیں بنانے والوں

نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾
لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾
إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾
فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾
عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾
مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾
قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾

---

[1] اس آیت میں انسان کے ارادہ اور اختیار کو بالکل واضح طور پر بیان کیا گیا ہے علماء اہلسنت نے لکھا کہ اہل سنت ارادہ عبد کی نفی نہیں کرتے اس کا تو عین اثبات کرتے ہیں کہ انسان اپنے ارادہ کا خالق ہے ۔ (ماجدی)

غرض جب کہ خدا کے عذاب سے ڈرایا جا چکا ہے اور پھر یہ کہنا کہ "جو چاہے قدم آگے بڑھائے یا پیچھے رہے" اس کے معنے اجازت دینے کے نہیں، ہو سکتے کہ تم چاہو تو آگے بڑھو اور چاہو تو پیچھے رک جاؤ۔ جہنم میں بھلا یہ اختیار کہاں سے مل سکتا ہے بلکہ اس اختیار کا تعلق ایمان و کفر یا اطاعت و معصیت اختیار کرنے سے ہے جس کی وجہ سے جزاء اور سزا ملا کرتی ہے، یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ بات انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ چاہے تو اطاعت کی طرف آگے بڑھ جائے اور چاہے تو اطاعت نہ کر کے پیچھے رہ جائے ۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿۴۵﴾
وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿۴۶﴾
حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿۴۷﴾
فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿۴۸﴾
فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿۴۹﴾
كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿۵۰﴾
فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾
بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾

کے ساتھ مِل کر ہم بھی اُلٹی سیدھی باتیں
بنانے اور (حق کے خلاف) چرچے کرنے لگتے
تھے[1] ﴿۴۵﴾ اور بدلے(۴) کے دِن کو جھوٹ کہا کرتے
تھے ﴿۴۶﴾ یہاں تک کہ یہ یقینی چیز (موت یا جہنم)
ہمارے سامنے آ گئی ﴿۴۷﴾ اَب یہ ایسے لوگ ہیں
کہ اُنھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کچھ
فائدہ نہ پہنچائے گی[2] ﴿۴۸﴾

آخر اُن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ
ایسی (زبردست) نصیحت سے بھی منہ موڑ رہے
ہیں ﴿۴۹﴾ جیسے وہ جنگلی گدھے ہیں ﴿۵۰﴾ جو کِسی
شیر سے (ڈر کر اور بدک کر) بھاگ کھڑے
ہوں[3] ﴿۵۱﴾ بلکہ اُن میں کا ہر ایک یہ چاہتا ہے
کہ خود اُن کو (براہِ راست) کھلی ہوئی کتابیں

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ہم بے ہودہ، گندی، فضول باتوں میں گھسے رہتے تھے۔ یعنی ان بیکار باتوں کی تحقیق کرتے رہتے تھے۔ اور انہی میں مصروف رہتے تھے (لغات القرآن نعمانی جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

***

[2] محققین نے لکھا کہ اس آیت سے مومنین کے حق میں شفاعت کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

***

[3] ایسے لوگوں کو جو حق دشمن ہوں گدھا بلکہ جنگلی وحشی گدھا اس لئے کہا گیا کہ جنگلی وحشی گدھے ذرا سی آہٹ سے بدکتے اور بھاگتے ہیں تو جب شیر کو دیکھیں گے تو کس طرح بدحواس ہو کر بھاگیں گے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے تشبیہ سے مقصد یہ ہے کہ ان کو حق سے سخت نفرت ہے۔ شیر سے مراد جنگلی شیر ہی ہے (معالم، ابن کثیر، بقول ابن عباسؓ و زید بن مسلم و عبدالرحمن)

***

www.drhasanrizvi.org

(اُتار کر) دی جائیں ﴿۵۲﴾ (یہ) ہرگز نہیں (ہوگا)
بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) وہ بعد میں آنے
والی زندگی (کی سزا) سے نہیں ڈرتے ﴿۵۳﴾ [۱]
(ایسا احمقانہ مطالبہ) ہرگز نہیں (پورا کیا جائے
گا)۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت اور سبق ہے [۲] ﴿۵۴﴾
جو چاہے اِسے یاد رکھے اور سبق سیکھے [۳] ﴿۵۵﴾
اور وہ نہ تو یاد رکھیں گے اور نہ سبق لیں
گے، جب تک کہ اللہ کو منظور نہ ہوگا (یعنی
اُن کی ضد اور احمقانہ مطالبات کی وجہ سے
اللہ کی توفیقات اُن کے شاملِ حال ہونے
والی نہیں۔ اِس لئے وہ نہ تو قرآن کو یاد رکھیں
گے، اور نہ اُس سے کبھی سبق لیں گے) (حالانکہ
خدا اِس بات کا حقدار ہے کہ اُس (کی ناراضگی

كَلَّا بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾
كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾

[۱] اب بتایا جا رہا ہے کہ کافروں کی یہ ساری باتیں ایمان نہ لانے کا ایک بہانہ ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ اتنی چھوٹی عقل والے لوگ ہیں کہ اس مادی زندگی سے آگے کسی دوسرے زندگی کا تصور ہی نہیں کر سکتے ہیں اس لئے وہ آخرت کو نہیں مانتے اسی لئے ایسی الٹی باتیں کر رہے ہیں اور دنیا کے مال و دولت، اولاد، قبیلے، قوت طاقت پر اکڑ رہے ہیں۔

***

[۲] "کلا" یعنی ہرگز ہرگز نہ کیا جائے گا۔ حق کے منکروں کی خواہشیں کبھی پوری نہ ہوں گی۔ یہاں کلا یعنی ہرگز نہیں اس لئے کہا گیا کہ ایسی لایعنی احمقانہ فرمائشوں کو پورا کرنا جو صرف بہانہ بازی کے لئے ہوں خدا کا کام نہیں ہوتا۔ بس اتمام حجت ہو چکی۔ جو بات سمجھانی تھی سمجھائی جا چکی۔ جو نصیحت کرنی تھی کی جا چکی۔ اب یہ چاہیں تو مانیں، چاہیں نہ مانیں۔ (فصل الخطاب)

***

[۳] اس آیت سے بھی متکلمین نے انسان کا اختیار ثابت کیا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور سزا) سے ڈرا جائے۔ اور خدا اِس بات
کا بھی اہل ہے کہ (اُس سے ڈرنے والوں کو
معاف کر کے اپنی رحمتوں سے ڈھک لے[1] (۵۶) ع

ع ۲/۲۵ ۱۶

آیات ۴۰ سورۂ قیامۃ مکی رکوعات ۲

(قیامت کے ذکر اور قسم سے شروع ہونے والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دِن
کی (۱) اور نہیں[2]، میں قسم کھاتا ہوں (بُرائیوں پر
ملامت کرنے والے نفس[3] کی (۲) کیا اِنسان یہ
سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو اِکٹھا نہیں
کر سکیں گے (۳) کیوں نہیں (کر سکیں گے)۔ ہم

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

آیاتہا ۴۰ (۷۵) سُورَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝۱

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ ۝۳

---

[1] حدیث قدسی میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ "میں اس قابل ہوں کہ میرا بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تو جب میرا بندہ مجھ سے ڈرتا ہے تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کو معاف کر کے اپنی رحمتوں میں ڈھک لیتا ہوں"۔

***

[2] "لا" کا لفظ یہاں قسم کے ساتھ تاکید کے معنی میں آیا ہے اور اہل عرب میں اس کا استعمال عام ہے (کشاف۔ ابن کثیر)

یعنی یوں تو قیامت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی قسم کھائی جا سکتی ہے مگر کیونکہ تم اس دن کو مانتے ہی نہیں اس لئے اس کی قسم کھانا تمہارے لئے بیکار ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[3] ملامت کرنے والے نفس کو اردو میں ضمیر کہتے ہیں۔ یہ انسان پر خدا کا بڑا انعام ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان برائیوں پر شرمندہ ہوتا ہے اور نیکیوں پر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔ فلاسفہ اس کو باطنی نبی کہتے ہیں۔ (ابن کثیر)

www.drhasanrizvi.org

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④
بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤
يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ⑥
فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ⑦
وَخَسَفَ الْقَمَرُ ⑧
وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ⑨
يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ⑩
كَلَّا لَا وَزَرَ ⑪
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمُسْتَقَرُّ ⑫

تو اِس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی اُنگلیوں
کی ایک ایک پور تک کو بالکل ٹھیک ٹھیک
(دوبارہ) بنا دیں ④ بلکہ اِنسان (قیامت کا اِنکار
صرف اِس لئے کرتا ہے کہ وہ) چاہتا ہے کہ آئندہ
کی زندگی میں خوب گناہ اور بدکاریاں کرلے ⑤
(اِس لئے) پوچھتا ہے کہ: "آخر کب آئے گا
قیامت کا دن؟" ⑥ جب نگاہ بالکل چُندھیا
جائے گی[1] ⑦ اور چاند کو گہن لگے گا (یا) جب
چاند بے نور ہو جائے گا ⑧ اور چاند اور سُورج
مِلا دئے جائیں گے[2] ⑨ آدمی کہے گا: "کِس
جگہ بھاگوں؟" ⑩ ہرگز نہیں (بھاگ سکتا)
کوئی پناہ لینے کی جگہ نہ ہوگی ⑪ اُس دن
صرف تیرے پالنے والے مالک کی طرف پہنچ

[1] قیامت کے وقت کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ قیامت کے وقت نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا اور انسان ہر طرف بلبلاتا اور بدحواس بھاگتا پھرے گا۔

***

[2] مطلب یہ ہے کہ یہ نظام تکوینی قیامت کے دن بالکل الٹ جائے گا جو چیزیں آج ناممکن معلوم ہوتی ہیں وہ ممکن ہو جائیں گی مثلاً چاند اور سورج دونوں بے نور ہوں گے اور دونوں کی حیثیت ایک ہو جائے گی۔ (مجمع البیان) اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نظام شمسی اس قدر ابتر ہو جائے کہ چاند اپنے مدار سے ہٹ کر سورج میں داخل ہو جائے۔

***

www.drhasanrizvi.org

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ (۱۳)
بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ (۱۴)
وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (۱۵)
لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۱۶)
اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۱۷)
فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۱۸)
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (۱۹)

کر ٹھہرنا ہوگا (۱۲) اُس دن اِنسان کو اُس کا
سب اگلا پچھلا ، کیا کرایا ، بتا دیا جائے گا (۱۳)
بلکہ اِنسان اَپنا حال خُوب اَچھّی طرح سے
جانتا ہے[۱] (۱۴) چاہے وہ کِتنے ہی بہانے بنالے (۱۵)
(اَے نبیؐ) آپؐ اَپنی زبان کو اِس کے
(قرآن کے) ساتھ ساتھ نہ چلائیں "تاکہ اُسے
جلدی سے یاد کرلیں (۱۶) حقیقتاً اِس کو یاد کرا
دینا اور پڑھوا دینا ہماری ذمّہ داری ہے (۱۷)
لہٰذا جب ہم اُسے پڑھوائیں تو آپؐ اُس کے
پیچھے پیچھے پڑھتے جائیے (یا) جب ہم اُسے
پڑھ رہے ہوں ، اُس وقت آپؐ اُس کی
قرائت کو غور سے سُنتے رہئیے (۱۸) پھر اُس
کا مطلب سمجھا دینا بھی ہماری ذمّہ داری ہے[۲] (۱۹)

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ انسان خود اپنے اعمال پر گواہ یا حجت ہے کیونکہ وہ خود اپنے اعمال کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھ خود اپنے اعمال کو دیکھتی ہے اس لئے وہ اپنے بارے میں خبر سننے کا محتاج نہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۷)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "تم میں سے ہر ایک اپنی نیکی کو تو ظاہر کرتا ہے اور اپنی برائی کو چھپاتا ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو دیکھتا ہے (یعنی اپنی حالت پر غور کرتا ہے) تو خوب سمجھتا ہے کہ جیسا میں ظاہر کر رہا ہوں ویسا نہیں ہے۔

***

[۲] معلوم ہوا کہ قرآن کی تفسیر بتانے کی ذمہ داری بھی خدا کی ہے اس لئے خدا پر واجب ہوا کہ وہ ایسے امام مقرر فرمائے جو قرآن کا وہ مطلب ہمیں سمجھائیں جو خدا ہمیں بتانا چاہتا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾
وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾
وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾
تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾

ہرگز نہیں (تمہارے اِنکار آخرت کی اصل
وجہ یہ نہیں کہ تم خدا کو قیامت برپا کرنے
سے عاجز سمجھتے ہو) بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ
تم اِس وقتی اور جلدی حاصل ہونے والی چیز
(دنیا) سے محبّت کرتے ہو ﴿٢٠﴾ (اس لئے) آخرت
کو چھوڑ بیٹھے ہو ﴿٢١﴾ (جبکہ) اُس دن کچھ چہرے
تو سرسبز و شاداب اور تروتازہ ہوں گے ﴿٢٢﴾
اَپنے پالنے والے مالک کی طرف دیکھ رہے ہوں
گے (یعنی وہ خدا کو ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ
دِل، اِیمان اور یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے) ﴿٢٣﴾
اور اُس دن کچھ چہرے اُداس اور بگڑے ہوئے
ہوں گے ﴿٢٤﴾ یقین کئے ہوئے کہ اَب اُن کے
ساتھ کمر توڑ دینے والی سختی ہو گی ﴿٢٥﴾ ہرگز

ﮯ جب آخرت آئے گی تو تمام انسانوں کی دو بڑی قسمیں ہو جائیں گی جو لوگ نیک اور ایماندار تھے وہ ان بشارتوں کو پورا ہوتے دیکھیں گے جو ان کو نبیوں اور خدا کی کتابوں سے ملی تھیں۔ اس لئے ان کے چہرے کھلے ہوئے ہوں گے۔ اہل سنت نے اس آیت سے خدا کے دیدار کو ثابت کیا ہے اور لکھا کہ وہ اپنے پالنے والے مالک کو دیکھ رہے ہوں گے۔ لیکن شیعہ مفسرین نے اس کا مطلب یہ لکھا کہ وہ اپنے پالنے والے مالک کی رحمت کے جلوے ہر طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ کیونکہ خدا کسی صورت شکل رنگت۔ جگہ جسم و جسمانیات یا محدود ہونے سے بلند و بالا ہے اس لئے ان آنکھوں سے اس کو دیکھنا ممکن نہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾
وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾
وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾
وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾
اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ع ۱۷
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾
وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾

نہیں (بچ سکتے) جب جان کھنچ کر حلق تک
پہنچ جائے گی ﴿۲۶﴾ اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی
جھاڑ پھونک کرنے والا[1] ﴿۲۷﴾ اور اسے پورا یقین
ہو جائے گا کہ اَب (دُنیا سے) جُدا ہونا ہے ﴿۲۸﴾
اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی ﴿۲۹﴾ تو وہ
دن ہو گا تیرے پالنے والے مالک کی طرف
کھنچ کر جانے کا[2] ﴿۳۰﴾ ع
مگر اُس نے نہ تو اُس (دن) کی تصدیق
کی اور نہ نماز پڑھی[3] ﴿۳۱﴾ بلکہ اُس نے (ایسی
عظیم حقیقت کو) جھٹلایا اور (اُس سے) مُنہ موڑ
لیا ﴿۳۲﴾ پھر اکڑ کر اِٹھلاتا ہوا اَپنے گھر والوں
کی طرف چل دیا ﴿۳۳﴾ (یہ طریقہ اور چال ڈھال
تیرے ہی لئے سزاوار ہے اور تیرے ہی

[1] دوسری مشرک قوموں کی طرح عربوں میں بھی جھاڑ پھونک کا بڑا رواج تھا جب کوئی مرنے لگتا تھا تو جھاڑ پھونک سے ہی اس کو بچانے کی کوششیں کی جاتی تھیں اس لئے یہاں مطلب علاج معالجہ کرنا ہے (جیسے انجکشن، آکسیجن دینا وغیرہ) (تفسیر کبیر، روح، بحر، ابن کثیر، معالم)

***

[2] انکار آخرت کے عقیدے کو پھر بری طرح روکا جا رہا ہے کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ مر کر چھٹ جاؤگے۔ مرتے وقت ہی تم کو پتہ چل جائے گا کہ بات ختم نہیں ہوئی ہے۔ اب تمہیں تمہارے مالک کی طرف کھنچ کر جانا ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[3] معلوم ہوا کہ نماز بغیر دل کی تصدیق (ایمان) کے صحیح نہیں ہوتی اور ایمان بغیر نماز کے کامل نہیں ہوتا۔ نیز معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد نماز سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ (تفسیر کبیر)

***

www.drhasanrizvi.org

لائق ہے (۳۴) ہاں سُن لے کہ یہ روش تجھی کو
زیب دیتی ہے[۱] (۳۵) کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ
وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟[۲] (۳۶) کیا وہ منی
کے تھوڑے سے پانی کا ٹپکایا ہوا حقیر قطرہ
"نُطفہ" نہ تھا جو (عورت کے پیٹ میں) ڈالا
جاتا ہے؟ (۳۷) پھر وہ گوشت کے لوتھڑے
کی شکل میں تھا۔ تو اللہ نے اُس کا (جسم)
بنایا اور (اعضاء) درست کیے[۳] (۳۸) پھر
اُس سے دو قسمیں مَرد اور عورت کی
پیدا کیں (۳۹) تو کیا ایسا خدا
اِس بات پر قادر نہیں کہ مَرنے
والوں کو پھر زندہ
کر دے؟ (۴۰)

۲ ع / ۱۸

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾
ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾
أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾
أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾
أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

[۱] آیت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ کسی خاص آدمی کا ذکر ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ ابو جہل تھا کہ جب اس نے پچھلی آیتیں سنیں تو کچھ اثر نہ لیا اور تکبر کے عالم میں اپنے گھر کی طرف چلا ایسے متکبر آدمی سے کہا جا رہا ہے کہ ایسا احمقانہ رویہ اختیار کرنا تیرے ہی جیسے آدمی پر کھپ سکتا ہے اور یہ جہالت تیرے لئے بہت موزوں ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[۲] اب کہا جا رہا ہے کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ وہ یونہی آزاد چھوڑ دیا جائیگا وہ جو کرے گا اس کا پورا پورا بدلہ ضرور بالضرور پائے گا ورنہ دنیا کی تخلیق بے مقصد اور مہمل ہو جائے گی جو ایسی ذات کبھی نہیں کرتی جو خالق عقل ہو اور ہر عیب سے پاک ہو۔

***

[۳] کیا اتنا کچھ کرنے کے بعد خدا ایسی عظیم مخلوق کو بے مقصد پیدا کرے گا۔ غرض آیت کا مقصد آخرت کی جزا و سزا کو ثابت کرنا ہے۔ (ابن کثیر)

***

www.drhasanrizvi.org

آیاتہا ۳۱ (۷۶) سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝
هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ
شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا۝۱
اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﳓ نَّبْتَلِیْهِ
فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا۝۲
اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا۝۳

آیات ۳۱ سورۂ دہر مکی رکوعات ۲

(لامتناہی زمانے کے ذکر سے شروع ہونیوالا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○

کیا[1] انسان پر لامتناہی زمانے میں ایک وقت ایسا تھا، جب وہ کوئی لائقِ ذکر چیز تک نہ تھا؟[2] (۱) ہم نے انسان کو مِلے جُلے ہوئے نطفے سے پیدا کیا، تاکہ اُس کا اِمتحان لیں۔ تو (اِس لئے) اُسے دیکھنے والا اور سُننے والا بنا دیا[3] (۲) ہم نے اُسے ایک خاص راستہ بھی دکھا دیا۔ اَب یا تو وہ شُکر کرنے والا بَن جائے، یا ناشکرا کُفر و اِنکار کرنے والا بَن

[1] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا "ھل" یعنی کیا اور یہ استفہام اقراری ہے۔ اس طرح اس کے معنی "یقیناً" کے ہو جاتے ہیں (کشاف، تفسیر صافی)

کبھی کبھی سوالیہ جملے اقرار لینے کے لئے بھی بولے جاتے ہیں اور کبھی انکار کے لئے بولے جاتے ہیں اس لئے یہاں سوال سے مطلب یہی ہے کہ انسان غور کرے کہ کیا اس پر کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا کہ وہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

***

[2] حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا "اس وقت انسان کوئی چیز تو تھا مگر اس کا ذکر نہ تھا۔ یعنی علم خدا میں تو اس کا ذکر تھا لیکن مخلوق کی زبانوں پر اس کا ذکر نہ تھا۔ (فصل الخطاب)

***

[3] محققین نے آیت کے آخری الفاظ سے نتیجہ نکالا کہ علم معرفت کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت سننے اور دیکھنے کو ہے۔ اس لئے خاص طور پر ان دو صلاحیتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

جائے [۱] ۳ کفر و اِنکار کرنے والوں کے لئے ہم
نے زنجیریں، طوق، اور بھبڑکتی دہکتی ہوئی
آگ بالکل تیّار کر رکھّی ہے ۴ (لیکن) نیک
لوگ (جنّت کے باغوں میں) شراب کے ایسے
ساغر پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی
(یعنی وہ شراب صاف شفّاف خوشبودار ٹھنڈی
اور بے حد مزیدار ہوگی) ۵ وہ بہتا ہوا چشمہ
ہوگا، جس کے پانی کے ساتھ (بیٹھ کر) اللہ کے
بندے [۲] شراب پئیں گے، اور جہاں چاہیں گے
بیٹھے بیٹھے آسانی کے ساتھ اُس چشمہ سے
نہریں نِکال نِکال کر بہالے جائیں گے ۶ یہ
وہ لوگ ہیں جو (۱) اپنی نذر پوری کرتے ہیں
(یعنی جو کچھ اپنے اُوپر واجب کر لیتے ہیں اُس

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَ وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝٤
إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝٥
عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝٦
يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝٧

---

[۱] جہاں تک خدا کا عمل تھا سب کے ساتھ برابر اور یکساں تھا۔ اب جہاں سے انسان کے اختیار کی حدیں شروع ہو رہی ہیں تو انسانوں کی دو قسمیں بن گئیں ایک شکر ادا کرنے والے۔ دوسرے اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والے۔ (فصل الخطاب)

متکلمین نے نتیجہ نکالا کہ اسباب، حالات، قوتیں اور صلاحیتیں تو خدا نے پیدا کی ہیں اور اختیار، عمل، ہمت اور نیت انسان پر چھوڑ دیں۔ (ماجدی)

***

[۲] خدا کا جنت والوں کو اپنے اسم ذات کے ساتھ "عباد اللہ" اللہ کا بندہ کہنا ان کے شرف کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ (ابن کثیر، معالم، بقول حضرت ابن عباسؓ)

***

(صفحہ ۲۱۷۸ کا بقیہ)

آل محمدؐ کی یہ عظیم فضیلت ہے کہ (۱) خدا نے فرمایا "ان کا مالک خود ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (۲) پوری جنت ان کے اس ایک عمل کا" کچھ تھوڑا سا صلہ ہے"۔ (۳) خدا خود ان کا قدر دان ہے اور شکریہ ادا کر رہا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

کو پورا کرتے ہیں) (۲) اور اُس دن سے ڈرتے
ہیں جس کی مصیبت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی (۷)
اور (۳) وہ اللہ کی محبّت میں غریب، یتیم اور
جنگی قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں[۱] (۸) (اِس نیّت سے
کہ) ہم تمھیں صرف اللہ کی خوشی حاصل کرنے
کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ
چاہتے ہیں، اور نہ شکریہ[۲] (۹) (۴) ہم اپنے مالک
کی طرف کے اُس دن کے عذاب سے ڈرتے
ہیں جو (دن) بہت ہی سخت مصیبت کا
اِنتہائی لمبا دن ہوگا (۱۰) پس اللہ اُنھیں اُس
دن کی سختی سے بچالے گا اور اُنھیں تازگی
اور بے اِنتہا خوشی عطا کرے گا[۳] (۱۱) اور اُن
کے (۵) صبر و برداشت کے بدلے میں جنت کے

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (۸)
إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا
شُكُورًا (۹)
إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا (۱۰)
فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا (۱۱)

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں۔ اس میں اخلاص عمل کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

* * *

[۲] شیعہ سنی مفسرین نے طویل روایت لکھی ہے جو اس سورے کا شان نزول ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بچپن میں سخت بیمار ہوئے۔ جناب رسول خداؐ نے آکر نواسوں کو دیکھا تو فرمایا۔ اے علیؑ! تم نے بچوں کی صحت کے لئے نذر کیوں نہ کی؟" اس پر حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ نے خدا سے نذر کی کہ اگر ہمارے بچے صحت یاب ہوگئے تو ہم تین روز مسلسل شکرانے کے روزے رکھیں گے" جب بچے صحت یاب ہوگئے تو حضرت علیؑ و فاطمہؑ نے روزے رکھنے شروع کئے خود دونوں بچے بھی روزے رکھ رہے تھے۔ حتیٰ کہ گھر کی کنیز فضہ بھی روزے سے تھیں۔ پہلا روزہ افطار نے بیٹھے تھے کہ دروازے پر کسی نے آواز دی کہ میں مسکین ہوں۔ سب نے اپنی روٹیاں مسکین اور اس کے گھر والوں کو دے دیں اور خود پانی سے روزہ افطارا۔ دوسرے روز جب روزے افطارنے بیٹھے تو کسی نے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

سرسبز و شاداب گھنے باغ اور ریشمی لباس
عطا کرے گا ⑫ وہاں وہ اُونچی اُونچی مسندوں
پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ وہاں انھیں
دُھوپ کی گرمی ستائے گی اور نہ سردی کا
ٹِھٹرنا ⑬ اُن پر (جنّت کے گھنے باغوں کی)
چھاؤں جُھک جُھک کر سایہ کر رہی ہوگی۔ اور
وہاں کے پھل ہر وقت اُن کے آگے جُھکے ہوئے
اُن کے قابُو میں ہوں گے، جنھیں توڑنا اُن
کے لئے بالکل آسان ہوگا ⑭ اُن کے آگے
چاندی کے برتن اور شیشے کے جام (پرجام)
گھُمائے جا رہے ہوں گے ⑮ شیشے بھی ایسے کہ
جو چاندی کی قِسم کے (چمکدار) ہوں گے۔ جنھیں
بالکل صحیح اندازے کے ساتھ بھرا ہوگا ⑯ اور

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫
مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا
وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ⑮
قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯

پچھلے صفحہ کا بقیہ

دروازے پر آواز دی کہ میں یتیم ہوں میرے سب بھائی بہن بھوکے ہیں۔ سب نے اپنی اپنی روٹیاں اس کو دے دیں تیسرے دن جب روزہ افطارنے کے لئے بیٹھے تو کسی نے پکارا کہ میں قیدی ہوں اور بھوکا ہوں میرے بچے بھی بھوکے ہیں۔ سب نے اپنی اپنی روٹیاں اس کو دے دیں۔ اس پر جبرئیل یہ سورہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ اس لئے یہ ساری آیتیں حضرت علی فاطمہ، حسن، حسین و فضہ علیہم السلام کی شان میں اتریں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۸ ، تفسیر مجمع البیان و تفسیر نور الثقلین وانوار النجف)

***

سلہ اس آیت نے ایسے صوفیاء کے عقیدے کی تردید کر دی جو خوف آخرت سے کسی عمل کے انجام دینے کو اخلاص کے خلاف سمجھتے ہیں (تھانوی، ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ﴿۱۷﴾
عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ﴿۱۸﴾
وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ
حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ﴿۱۹﴾
وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ﴿۲۰﴾
عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَّحُلُّوا
أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ﴿۲۱﴾

اُنھیں وہ جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہو گی[۱] ﴿۱۷﴾ یہ جنّت کا ایک چشمہ ہو گا جس کا نام سلسبیل ہے ﴿۱۸﴾ اُن کی خدمت کے لئے اَیسے لڑکے (دوڑتے بھاگتے) چاروں طرف گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم اُنھیں دیکھو گے تو سمجھو گے کہ یہ موتی ہیں، بکھرے ہوئے ﴿۱۹﴾ وہاں جب بھی تم دیکھو گے اور جس طرف دیکھو گے، نِعمتیں ہی نعمتیں (دیکھو گے[۲]) اور ایک بہت بڑی سلطنت تمھیں نظر آئے گی ﴿۲۰﴾ اُن کے اوپر سبز باریک ریشم اور اَطلس و دِیبا کے کپڑے ہوں گے۔ اُنھیں چاندی کے کنگن بھی پہنائے جائیں گے۔ پھر اُن کا پالنے والا مالک (خود) اُن

---

[۱] پہلے تو یہ فرمایا کہ اس چشمے کے پانی میں کافور ملا ہوگا۔ اب کہا جا رہا ہے کہ اس میں سونٹھ کا پانی بھی ملا ہوگا۔ اصل میں عرب ان خوشبوؤں کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کافور اور سونٹھ کا ذکر اس شربت کو انتہائی خوشبودار، خوشگوار اور مزیدار ہونے کا بیان ہے۔ کیونکہ عرب صرف انہیں خوشبوؤں کو جانتے تھے اس لئے صرف انہیں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح جن کپڑوں کا ذکر کیا گیا ہے تو یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف وہی کپڑے ہوں گے۔ بلکہ جو بلند سے بلند، بہتر سے بہتر تصور کپڑوں کا ممکن ہے جنت کا معیار اس سے بھی کہیں بلند و بالا ہوگا۔ (فصل الخطاب)

***

[۲] جنت کا ہر سامان انتہائی افراط اور ریل پیل کے ساتھ ہوگا۔ کسی قسم کی کوئی کمی کا تصور ہی نہ ہوگا۔

***

إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ﴿۲۲﴾
إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيلًا ﴿۲۳﴾
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُورًا ﴿۲۴﴾
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا ﴿۲۵﴾
وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿۲۶﴾

کو نہایت پاک و پاکیزہ شراب پلائے گا[1] ﴿۲۱﴾
حقیقت یہ ہے کہ یہ تمھارا کچھ صلہ ہے، اور
تمھاری کوشش اور کارگزاری تو بڑی قابلِ
ع ۲۲ ۱۹ قدر ہے[2] ﴿۲۲﴾
ہم نے آپؐ پر قرآن کو وقتاً فوقتاً تھوڑا
تھوڑا کر کے اُتارا ہے ﴿۲۳﴾ لہٰذا آپؐ اپنے پالنے
والے مالک کے حُکم کی خاطر صبر و برداشت
سے کام لیجئے، اور اُن میں سے کسی بَدمعاش،
بَدکار اور مُنکرِ حق کی بات نہ مانئے ﴿۲۴﴾ اور
اَپنے پالنے والے مالک کا نام صبح و شام یاد
رکھئے (مُراد نمازِ صبح، نمازِ ظہر و عصر پڑھا
کیجئے) ﴿۲۵﴾ اور رات کے ایک حِصّہ میں خدا
کے حضوُر سجدہ کیا کیجئے (مُراد نماز مغرب اور

---

[1] شراب کے ساتھ طہورا یعنی پاک فرمانا بتاتا ہے کہ جن خرابیوں کی وجہ سے شراب کو دنیا میں حرام قرار دیا گیا تھا، جنت کی شراب ان تمام خرابیوں سے پاک ہو گی۔ اس میں صرف لذت ہی لذت اور خوشگواری ہی خوشگواری ہو گی۔ (فصل الخطاب)

* * *

[2] کیونکہ حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنینؑ اور فضہؒ نے وہ عمل لوگوں سے کسی جزاء لینے کی نیت سے نہ کیا تھا، اس لئے خدا نے فرمایا "یہ جنت کی تمام نعمتیں تمہاری جزاء ہیں" اور کیونکہ انہوں نے لوگوں یا مستحقین کا شکریہ اور تعریف سننے کا بھی کوئی ارادہ نہیں کیا تھا، اس لئے خدا نے فرمایا "تمہاری کوششیں مشکور (یعنی) قابل شکریہ اور قابل تعریف ہیں"

خدا کے لئے شکریہ ادا کرنے کا لفظ جب آتا ہے تو اس کا مطلب قدر دان یا قابل قدر کے ہوتے ہیں (فصل الخطاب)

(بقیہ صفحہ ۲۱۷۴ پر)

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

نمازِ عشاء پڑھا کیجئے) نیز رات کے طویل حِصّہ میں بھی تسبیح پڑھا کیجئے (یعنی نمازِ تہجّد پڑھا کیجئے)[1] ۝۲۶ یہ لوگ تو اِس وقتی، جلدی حاصل ہونے والی چیز (دُنیا) سے محبّت کرتے ہیں، اور آگے جو بہت سخت اور بھاری دِن آنے والا ہے، اُسے چھوڑے بیٹھے ہیں ۝۲۷ (حالانکہ) ہم ہی نے تو اِنھیں پیدا کیا ہے، اور اِن کے جوڑ بَند مضبُوط کر کرکے اِن کے اعضاء و جوارح کا مضبُوط نظام بنایا ہے۔ اور ہم جب چاہیں اِن کی صُورتیں شکلیں پُورے پُورے طور پر بالکل بدل کر رکھ دیں ۝۲۸ حقیقت یہ ہے کہ یہ (قرآن) ایک بڑی نصیحت (یا سبق

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝۲۷
نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝۲۸

[1] قرآن میں جہاں بھی اوقات نماز کا ذکر آیا ہے وہاں پانچ نمازوں کے لئے تین اوقات ہی بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے یہاں (۱) صبح اور (۲) شام اپنے مالک کو یاد کیجئے اور (۳) رات کے ایک حصے میں بھی سجدہ کیجئے اور اس کی تسبیح کیجئے"۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) شام سے مراد زوال سے مغرب تک کے اوقات ہیں جن میں ظہر و عصر کی نماز کا وقت شامل ہے ان اوقات میں کسی وقت بھی دونوں نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اور رات میں مغرب اور عشاء کے اوقات مشترک ہیں۔ اور خدا کا فرمانا کہ " تسبیح کیجئے رات کے طویل حصے میں " تو طویل حصہ شب سے مراد نماز تہجد ہی ہو سکتی ہے۔ (فصل الخطاب)

کیونکہ یہ سورہ جن لوگوں کی شان میں اترا ہے ان میں حضرت فضہ بھی شامل تھیں اس لئے شاید خدا نے اس سورے میں تین دفعہ " فضہ " (یعنی چاندی) کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ نیز اس سورے میں کہیں حوروں کا ذکر بھی نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ سورہ کے شان نزول میں جناب فاطمہؑ بھی شامل ہیں۔ یہ ان ہی کا احترام ملحوظ خاطر ہے۔ (القرآن المبین)

***

www.drhasanrizvi.org

ہے۔ اَب جو چاہے اَپنے پالنے والے
مالک کی طرف جانے والا راستہ اِختیار
کرلے (۲۹) اور فقط تمھارے چاہنے سے کچھ
نہیں ہوتا، جَب تک کہ اللہ نہ چاہے[۱] (یا)
اور تم کچھ نہیں چاہتے، سِوا اُس کے جو
خدا چاہتا ہے[۲]۔ حقیقتاً اللہ ہر بات کا خوُب
اچھّی طرح سے جاننے والا 'علیم' بھی ہے'
اور گہری دانائیوں اور مصلحتوں کی بُنیاد
پر بالکل ٹھیک کام کرنے والا 'حکیم'
بھی (۳۰) وہ جِسے چاہتا ہے اَپنی رحمت میں
داخل کر دیتا ہے اور جو ظالم ہیں، اُن
کے لئے تو اُس نے بڑی سخت تکلیف دینے
والی سزا بالکل تیّار کر رکھی ہے[۳] (۳۱) ع

ع ۲ / ۹ / ۲۰

اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا (۲۹)
وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا
حَكِيۡمًا ۖ (۳۰)
يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيۡنَ اَعَدَّ
لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا (۳۱)

---

[۱] پہلے تو واضح طور پر بتایا جارہا ہے کہ یہ بات انسان کے اختیار میں ہے کہ چاہے تو وہ اچھا راستہ اختیار کرے اور چاہے تو برا لیکن یاد رہے کہ مکمل اختیارات میں وہ بالکل آزاد بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اسباب، شرائط، نتائج، مواقع کے سلسلوں کی تمام کڑیاں اور لگامیں بالآخر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں انسان اپنے کاموں میں صرف اور صرف اسی حد تک کامیاب ہوتا ہے جہاں تک کہ خدا کی مشیت یا مرضی اس کا راستہ نہیں روکتی لیکن جب خدا کی مرضی اس کا راستہ روک دیتی ہے، تو اس کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ پھر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ انسان جب بھی کوئی برا کام کرتا ہے تو اپنے ارادے اور اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اور جہاں تک اس نے کوئی برائی اپنے اختیار سے کی ہوتی ہے، اسی حد تک وہ اس برائی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

***

(اس آیت کی دوسری تفسیر)

[۲] حضرت امام مہدیؑ سے مفوضہ کے بارے میں پوچھا گیا (جس کا عقیدہ ہے کہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

آیات ۵۰ سورۂ مُرسلات مکّی رکوعات ۲

(مسلسل بھیجی جانے والی (ہواؤں) کے ذکر سے شروع ہونیوالا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو

فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے

قسم ہے اُن (ہواؤں) کی جو مسلسل پے در

پے بھیجی جاتی رہتی ہیں ① پھر زور دار طوفانی

رفتار سے چلتی ہیں ② اور (بادلوں کو) اُٹھا

کر بڑی شدّت کے ساتھ چاروں طرف پھیلا

دیتی ہیں ③ پھر اُن کو پھاڑ پھاڑ کر پوری

پوری طرح الگ الگ کر دیتی ہیں ④ پھر (وہ

دلوں میں خدا کی) یاد پیدا کر دیتی ہیں ⑤

حجّت تمام کرنے کے لئے یا ڈرانے کے لئے ⑥

اٰیاتُہا (۷۷) سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ①

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ②

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ④

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ⑤

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ⑥

(۲۱۸۰ کا بقیہ)

خدا نے اپنے تمام معاملات اور اختیارات ائمہ معصومینؑ کے سپرد کر دیئے ہیں) تو امامؑ نے فرمایا "وہ جھوٹے ہیں۔ ہمارے دل تو خدا کی مشیت (ارادے یا مرضی) کے ظرف ہیں۔ جو کچھ بھی خدا چاہتا ہے وہی ہم چاہتے ہیں۔" پھر امام مہدیؑ نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۹ بحوالہ الخرائج والجرائح)

***

سلہ خدا کا کسی کو اپنی رحمت میں داخل کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ خدا اس کا سینہ اسلام، ایمان اور اپنی اطاعت کے لئے کھول دیتا ہے۔ یعنی اس کو ان چیزوں کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

اور ظالمین سے اولین مراد کافر ہیں۔ جنہوں نے اپنے ارادے اور اختیار کو غلط استعمال کیا (مدارک، معالم، جلالین)

***

www.drhasanrizvi.org

(غرض ان تمام قسم کی ہواؤں کی قسم کہ) جس چیز
کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ (قیامت) ضرور
واقع ہو کر رہنے والی ہے[1] ⑦
تو جب ستارے بے نشان ہو کر مٹ مٹا
جائیں گے ⑧ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے
گا ⑨ اور جب پہاڑ سُرمہ بنا دئے جائیں گے ⑩ اور
جب پیغمبروںؑ کے حاضر ہونے کا وقت آجائے گا[2] ⑪
(آخر تمھیں) کس دن کے لئے (دُنیا کی زندگی کی
مہلت دی گئی تھی؟ ⑫ (اِسی) فیصلے کے دن
کے لئے ⑬ اور تم کیا جانو کہ وہ فیصلے کا دن کیا
ہوتا ہے؟ ⑭ اُس دن تباہی ہی تباہی ہے جھٹلانے
والوں کے لئے ⑮
کیا ہم نے پہلے والوں کو ہلاک نہیں کیا؟ ⑯

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ⑦
فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ⑧
وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ⑨
وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ⑩
وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ⑪
لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ⑫
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ⑬
وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ⑭
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ⑮
أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ⑯

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات کا نظام از خود گواہی دے رہا ہے کہ قیامت ضرور واقع ہو گی۔ اور یہ تمام کائنات درہم و برہم ہو جائے گی۔

کچھ مفسرین کے نزدیک یہ مختلف قسم کی ہوائیں ہیں جن کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔ لیکن کچھ مفسرین نے کہا کہ یہ فرشتوں کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔ کچھ نے ان کو خدا کی قدرت کی نشانیاں لکھا۔ لیکن زیادہ تر مفسرین نے ان کو ہواؤں کی قسمیں مانا ہے۔ کیونکہ ہوائیں ہی ایک کے پیچھے دوسری پے در پے آتی ہیں اور جھکڑوں کی طرح چلتی ہیں۔ بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔ انہیں ہواؤں کی قسمیں کھا کر بتایا جا رہا ہے کہ قیامت آکر رہے گی۔ (ماجدی)

***

[2] پیغمبروںؑ کا جمع ہونا اپنی امت کے اعمال پر گواہی دینے کے لئے ہو گا۔ (معالم

***

www.drhasanrizvi.org

پھر اُنھیں کے پیچھے ہم بعد والوں کو بھی چلتا
کریں گے[1] ﴿۱۷﴾ (کیونکہ) ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی
سلوک کیا کرتے ہیں ﴿۱۸﴾ (غرض) اُس دن جھٹلانے
والوں کے لئے بربادی ہی بربادی ہے ﴿۱۹﴾
کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں
کیا؟ ﴿۲۰﴾ پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ (نہیں) ٹھہرائے
رکھا؟ ﴿۲۱﴾ ایک مقرّرہ مدّت تک؟ ﴿۲۲﴾ (تو تم نے دیکھ
لیا کہ) ہم اِس بات پر قادر تھے۔ پس ہم کیسی اچھّی
قدرت رکھنے والے ہیں ﴿۲۳﴾ تو اُس دن بربادی ہی بربادی
ہے جھٹلانے والوں کے لئے ﴿۲۴﴾
کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی چیز
نہیں بنایا؟ ﴿۲۵﴾ (جو) زندوں کو بھی (اَپنے اندر
سمیٹ لیتی ہے اور) مُردوں کو بھی[2] ﴿۲۶﴾ اور اُس

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾
كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾
اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾
فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾
اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾
فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾
اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾
اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾

---

[1] پرانی سرکش قوموں سے مراد قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون ہے۔ یہ قومیں خدا کے عذاب سے ہلاک ہوئیں اور بعد والی قوموں سے مراد وہ قومیں ہیں جو پچھلی سرکش ظالم قوموں کے ظالمانہ، کافرانہ اور مشرکانہ طریقوں پر چلیں (ابن کثیر۔ معالم)

***

[2] "سمیٹنے والی" اس لئے کہا کہ انسان زندگی بھر زمین ہی کے اوپر چلتا پھرتا رہتا ہے اور مرنے کے بعد اس زمین کے اندر دفن ہو جاتا ہے۔ جو لوگ بظاہر دفن نہیں ہوتے ان کے جسم کے اجزاء بھی جلنے ڈوبنے کے بعد بالآخر زمین ہی میں جذب ہو جاتے ہیں
فقہاء نے اس آیت سے مردوں کے زمین میں دفن کرنے کا حکم اخذ کیا ہے۔ (جصاص)

***

www.drhasanrizvi.org

وَّجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

میں اُونچے اُونچے پہاڑ جما دئے اور تمھیں میٹھا خوشگوار پانی پلایا[1] (۲۷) اُس دن بربادی ہی بربادی ہے جھٹلانے والوں کے لئے (۲۸) چلو اب اُس چیز (مُراد جہنّم) کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے (۲۹) چلو (جہنّم کے دھوئیں کے) اُس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے (۳۰) نہ تو ٹھنڈک پہنچانے والا ہے اور نہ آگ کے شعلوں اور لپیٹ سے بچانے والا ہے (۳۱) وہ آگ جو اُونچی اُونچی عمارتوں جِتنی (بڑی بڑی) چنگاریاں پھینک رہی ہو گی[2] (۳۲) (وہ بھی مسلسل جیسے زرد اُونٹ (اُچھل اُچھل کر بھاگ رہے ہوں) (۳۳) اُس دن تباہی ہی تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لئے (۳۴) یہ وہ دن ہے کہ جِس میں وہ کچھ بول بھی نہ سکیں گے (۳۵) اور نہ ہی اُنھیں کوئی موقع دیا جائے گا کہ وہ (اَپنے گناہوں اور جھٹلانے کا کوئی) بہانہ پیش کریں[3] (۳۶)

[1] مطلب یہ ہے کہ جب خدا نے تمہیں یہ سب کچھ کر کے دکھا دیا۔ تو پھر تم اس بات کو خدا کے لئے ناممکن کیوں سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے جزاء و سزا دے گا (فصل الخطاب)

***

[2] دوزخ کی آگ کی چنگاریاں اتنی بڑی بڑی ہوں گی جیسے اونچے اونچے محلات، بلڈنگیں یا پہاڑ ہوتے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۵۱۹ بحوالہ تفسیر قمی)

***

[3] بولنے کی اجازت اس لئے نہ ہو گی کہ اب جہنمیوں کے پاس کوئی عذر یا بہانہ بولنے کے لئے موجود ہی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اب ان کا ہر جرم ثابت ہو چکا ہوگا۔ ان کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا جا چکا ہوگا۔

***

www.drhasanrizvi.org

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۳۷
هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۚ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ۳۸
فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ ۳۹
وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۴۰
اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ ۴۱
وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشۡتَهُوۡنَ ۴۲
كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓـئًا ۢ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۴۳
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۴۴
وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۴۵

(کیونکہ) اُس دن جھُٹلانے والوں کے لئے (صرف) بربادی
ہی بربادی ہوگی (۳۷) (کیونکہ) یہ فیصلے کا دن ہے (اِس
لئے) ہم نے تمھیں اور پہلے کے تمام لوگوں کو اِکٹھا کر
دیا ہے[۱] (۳۸) اب اگر تمھارے پاس میرے مقابلے پر کوئی ترکیب
یا چال ہو، تو چل کر دیکھ لو[۲] (۳۹) (بس) اُس دن جھُٹلانے
والوں کے لئے (صرف) تباہی ہی تباہی ہے (۴۰) ع ۲
بُرائیوں اور خدا کی ناراضگی سے بچنے والے 'متقی' لوگ
(گھرے اور ٹھنڈے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے (۴۱)
جو پھل وہ چاہیں گے (اُن کے لئے حاضر ہوں گے) (۴۲)
شوق سے کھاؤ، اور مزے لے لے کر پیو، اپنے اُن کاموں
کے صِلے میں جو تم (دُنیا میں) کیا کرتے تھے (۴۳) ہم اچھے
اور نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (۴۴)
اُس دن جھُٹلانے والوں کے لئے بربادی ہی

۱ مطلب یہ ہے کہ اب یہ فیصلہ کا دن ہے جسے تم ناممکن کہتے تھے - اب یہ دن تمہارے سامنے موجود ہے - تمہاری ساری کٹ حجتیاں کٹ چکیں - اور آج ہم نے سارے اگلے پچھلے تمام جھٹلانے والوں کو ایک جگہ مجمع میں جمع کر دیا - (معالم)

***

۲ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تم حق بات کو چھپانے اور دبانے کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں سوچ لیا کرتے تھے - لہذا اب میری سزا کی پکڑ سے بھی نکل بھاگنے کی کوئی ترکیب سوچو - مگر اب تمہارے لئے سزا بھگتنے کے سوا کوئی چارہ نہیں - (فصل الخطاب)

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

***

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾
وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾
وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ٢/١٠/٢٢

بربادی ہے ﴿٤٥﴾

کھاؤ (پیو) اور (دُنیا میں) کچھ دن مزے اُڑا لو۔ حقیقت میں تو تم لوگ مُجرم ہو ﴿٤٦﴾ (اِس لئے تم) جُھٹلانے والوں کے لئے اُس دن (صرف) تباہی ہی تباہی ہے ﴿٤٧﴾ (کیونکہ) جب اِن سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو[1] یعنی اللہ کے احکامات کے سامنے سر جُھکاؤ، تو وہ جُھکتے نہیں ﴿٤٨﴾ (اِس لئے) اُس دِن جھُٹلانے والوں کے لئے تباہی ہی تباہی ہے ﴿٤٩﴾

اَب اِس (قرآن جیسے بے حد موثر اور مُدلّل کلام) کے بعد اور کون سا بیان ہو سکتا ہے جسے یہ مان لیں گے؟ (یا) جس پر یہ اِیمان لے آئیں گے؟[2] ﴿٥٠﴾

٢ ع ١٠/٢٢

[1] رکوع سے یہاں صرف نماز کا رکوع مراد نہیں۔ بلکہ اصل مطلب خدا کی عظمت کے سامنے جھکنا اور اس کو تسلیم کرنا ہے۔ اور اس کا عملی طریقہ زندگی کے ہر معاملے میں خدا کے احکامات کی اطاعت کرنا ہے۔ (راغب۔ کشاف۔ مدارک)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ جب قرآن جیسے فصیح و بلیغ موثر ترین کلام سے بھی یہ لوگ اثر نہیں لیتے تو پھر آخر یہ کس چیز سے اثر لیں گے؟ اس لئے آخر میں یہ کہا جا رہا ہے کہ قرآن تو اتنی فصاحت و بلاغت اور وضاحت کے ساتھ محکم دلائل کی روشنی میں ابدی حقیقتوں کو پیش کر رہا ہے اب اس کے بعد بھی یہ لوگ ابدی حقیقتوں کو قبول نہیں کرتے، تو پھر آخر کون سا کلام اور کون سے دلائل ہوں گے جنہیں یہ مان لیں گے؟ جب یہ لتنے مضبوط، محکم اور واضح دلائل کو ماننے کے لئے تیار نہیں تو اب ان کی حق دشمنی ثابت ہو چکی۔ اور یہ بات طے ہو گئی کہ یہ لوگ کسی عقلی دلیل یا علمی تجربے سے حقیقتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ (تفسیر کبیر)

***

محمد اقبال حسین مہتمم
ملحقہ ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Holy Quran کے پارہ نمبر ۲۹ تبارک الذی کو حرفاً حرفاً
بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس کے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے
اور زیر، زبر، پیش، جزم، وغیرہ درست ہیں۔

دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، حروف
ٹوٹ جائے تو اس کی کوئی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

[illegible]
منظور شدہ پروف ریڈر

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○...... ''اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○...... ''یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں''

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○...... ''تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی''

(الحدیث)

○...... ''عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔''

(الحدیث)

○...... ''ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے''

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہِ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13